کتاب و سنت اور اسلافِ امت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد
حیدرآباد

Volume:18 Issue:12 December 2025

مدیر

مولانا محمد عبدالقوی

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

www.iauth.in

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

اشرف الجرائد کی توسیع و اشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ



درسِ قرآن

عقیدۂ تثلیث عقیدۂ توحید کے منافی ہے

از: مولانا شیخ عبدالقادر فرید قاسمی*

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّاۤ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَ اِنْ لَّمْ یَنْتَهُوْا عَمَّا یَقُوْلُوْنَ لَیَمَسَّنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۳﴾ (المائدۃ: ۷۳)

ترجمہ: وہ لوگ بھی یقیناً کافر ہو چکے ہیں جنہوں نے یہ کہا ہے کہ: اللہ تین میں کا تیسرا ہے، حالاں کہ ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں، اور اگر یہ لوگ اپنی اس بات سے باز نہ آئے تو ان میں سے جن لوگوں نے (اپنے) کفر کا ارتکاب کیا ہے اُن کو دردناک عذاب پکڑ کر رہے گا۔

تشریح: یہ دنیا دار الاسباب ہے یہاں ہر چیز اپنے سبب سے جڑی ہے، گردش ایام کے لیے سبب شمس وقمر کی آمد ورفت ہے، وجود انسان کے لیے ماں باپ سبب پھر اس کی تعمیر وتخریب کے لیے اسباب مختلفہ، تشنگی دور کرنے کے لئے پانی سبب، شکم سیری کے لیے غذاء سبب، غرض کائنات کا ہر کام سبب کے جلو میں ظاہر ہوتا ہے، عالم اور عالم میں پائی جانے والی ہر شئی کا سبب ہی اس کا عجز وعیب ہے اور باری تعالیٰ کی ذات مسبب الاسباب ہے جو ہر عیب سے پاک، ہر نقص سے مبرا ہے اور معبود بننے کے لیے واجب الوجود ہونا، خالق ہونا، اپنی ذات کے لیے اور اپنی اقتدار کی سالمیت کے کسی مدد ومعاون کا محتاج نہ ہونا شرط ہے اور یہ عقیدہ ہمارے ایمان کے بقا کے لئے شرط اول ہے۔ اس پر قرآن مجید کی متعدد آیات شاھد ہیں: اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ۔ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ۔ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ۔ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ۔ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ۔ وَاِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ،، اس قسم کی کئی آیات قرآنیہ ہیں جن میں اثبات واستفہام کے ذریعہ عقیدۂ الوہیت ووحدانیت کو قلوب میں راسخ کرنے کی صلاح دی گئی ہے کہ اللہ کی ذات تمام تر محامد ومحاسن کی لائق اور تمام تر عیوب ونقائص سے پاک ہے جو ایک الہ کی

* ذمہ دار ادارہ حسیب المدارس حیدرآباد

موزوں شان ہے۔

دنیا میں مختلف ادیان ومذاھب ہیں جن کے عقائد افراط وتفریط کے شکار ہیں، قرآن کے نصوصِ صریحہ اور اصول نے بعضوں کا ابطال کیا، انہی مذاھب باطلہ میں مذھب عیسائیت بھی ہے، جس کے عقائد بھی اُن کے پیشواؤں کے خودساختہ ہیں جن کی کوئی اصل موجود نہیں ہے، قرآن نے جابجا پوری صراحت کے ساتھ ان کے کفریہ عقائد کا رد کیا ہے، جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے بارے میں غلو سے کام لیتے ہوئے انہیں اللہ کا بیٹا بنادیا (وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللهِ) اس بہتان پر قرآن نے صاف الفاظ میں کہا ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ یہ ان کی من گھڑت باتیں ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ ان کی اس جرأت بیجا پر اللہ نے قاتلھم اللہ کہہ کر لعنت بھیجی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی دیے جانے اور قتل کیے جانے کو لے کر بزعم خویش یہ عقیدہ بنالیا گیا کہ حضرت عیسیٰ مسیح کی یہ قربانی قیامت تک آنے والی قوم عیسائیت کے پاپوں کا کفارہ ہوگیا ہے۔ قرآن نے اس عقیدۂ کفارۂ سیئات پر قدغن لگاتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ایسے ہی ایک عقیدہ تثلیث بھی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا بیک وقت ایک اکائی جوھر بھی ہے اور اسی وقت اپنی ہستی میں تین مختلف اقانیم بھی رکھتا ہے۔ عام لفظوں میں یوں سمجھا جاسکتا ہے یہ خدا واحد کی ایک ذات تین میں اور تینوں ایک ذات میں، عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق ماقبل تخلیق عیسیٰ جو خدا توحید کی شکل میں تھا وہ مابعد تخلیق عیسیٰ تین شکلوں میں ظاہر ہوا (باپ، بیٹا، روح القدس) اور یہ تینوں کا جوہر ایک ہی ہے اور نعوذ باللہ یہ تینوں برابری کے مستحق عبادت ہیں، یہ افتراء وبہتان غیرتِ خداوندی کے اس قدر خلاف تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی سختی سے متنبہ کیا اگر ان بڑ بولوں سے باز نہیں آؤ گے تو پھر تمہارے لیے دردناک عذاب یقینی ہے، اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات وصفات میں کسی غیر کی شرکت ہرگز منظور نہیں بڑی چالاکی ومکاری سے اس عقیدہ کو محاورہ کے طور پر لسانی تہذیب کا حصہ بنادیا گیا اور اس عقیدۂ تثلیث کی تعبیر کے لئے یہ لوگ ایک لفظ ''گاڈ'' استعمال کرتے ہیں جو عقیدۂ تثلیث کی ترجمانی کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے اس عقیدہ کے حاملین وقائلین کو کافر کہا ہے کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کی توحید ذاتی کے منافی ہے پھر قرآن نے حضرت عیسیٰ وحضرت مریم علیھما السلام کی الوھیت کا بطلان ان حقائق کو پیش کرکے کیا ہے جو الوھیت کے منافی ہیں ''مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ'' دنیا میں جیسے اور رسول انسانوں میں سے ہیں آئے تھے آپ بھی ایسے ہی ایک رسول تھے اس پر قرآن پاک کی دوسری آیت بھی شاھد ہے ''وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ'' جہاں تک حضرت مریم علیہا السلام کا معاملہ ہے وہ تو صدیقہ ولیہ تھیں جو خدا تعالیٰ کی کامل فرمانبردار،۔۔ (بقیہ صفحہ: ۲۹ پر)



درسِ حدیث

قیادت وامارت کی طلب باعثِ حسرت وندامت ہے

از: مولانا مفتی محمد احمد علی قاسمی*

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُونَ عَلَى الْإِمَارَةِ، وَإِنَّهَا سَتَكُونُ نَدَامَةً وَحَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَنِعْمَتِ الْمُرْضِعَةُ، وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ". (نسائی شریف:5387)

ترجمہ:۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:عنقریب تم لوگ جاہ ومنصب کی خواہش کروگے؛لیکن وہ قیامت کے روز باعثِ حسرت وندامت ہوگی،بس دودھ پلانے والی کتنی اچھی ہوتی ہے،اوردودھ چھڑانے والی کتنی بری ہوتی ہے۔

تشریح: ملکی وملی اوراجتماعی وعمومی معاملات میں صحیح نظم ونسق اورحسنِ انتظام کے لیےکسی ہوش مند و ذی شعورمجرّب ودوراندیش قائداورمدبرومنتظم مزاج حاکم کی ضرورت ایک ناگزیرامرہے،جس کے بغیرمملکت و سلطنت اورملی سماجی خدمات کے مراکز انتشاروخلفشارکا شکارہوکرجنگل راج اورلاقانونیت کی شکل اختیارکرلیتے ہیں،اوریوں رعایاوعوام کے حقوق پامال اورسکون وراحت غارت ہوجاتے ہیں،اس سنگین وخطرناک صورتِ حال سے ملت اسلامیہ کوبچانے اورمحفوظ رکھنے کے لیے مناصب وعہدوں کاتعیّن اوراس کے تقاضوں کی انجام دہی کے لیےافرادواشخاص کی تعیین ہوتی ہے،اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات وہدایات کی روشنی میں شرعی حکم یہ ہے کہ کوئی بھی شخص بذاتِ خودکسی منصب وجاہ کا طالب نہ ہو؛ بلکہ اصحابِ علم وخبراوراھلِ حل وعقدجس کے اندر بھی سیادت قیادت کی واقعی اہلیت سمجھیں اس کے ہاتھ زمامِ انتظام تھمادیں،اوراس انتخاب میں ان کی دیانت و امانت کاامتحان ہے،جووہ علیم وخبیرکودےرہے ہیں۔

مراتب ومقامات پراہلیت وذمہ دارانہ حیثیت رکھنےوالےافرادکاانتخاب جہاں حکومت وسلطنت کے امورکی بہترانجام دہی کاذریعہ ہے،وہیں تحریکوں اورتنظیموں میں بھی اس بات کالحاظ درست کارکردگی اورنفعِ عام

* استاذ حدیث وفقہ ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

کا وسیلہ ہے، اسی سے دینی ملی رفاہی سماجی اور انفرادی و اجتماعی تقاضوں کی تکمیل ہوتی ہے، اور تحریک و تنظیم موثر و فعّال ثابت ہوتی ہے، جس سے سماج اور معاشرہ پر بہتر اثر نمایاں رہتا ہے، مخلص قائد و حکمران کی بے لوث قربانیاں اور عظیم مجاہدے ملتِ اسلامیہ کو پر سکون و راحت رکھتے ہیں، جیسا کہ خلافتِ راشدہ اور مسلم و عادل حکم رانوں کی تاریخ اس بات کی عکاس اور گواہ ہے لیکن ملی و اجتماعی مفادات پر ذاتی مفادات کا حصول انسان کی طبیعت و فطرت کا ایسا گھن ہے، جو نہ صرف ملتِ اسلامیہ کو رسوا اور خوار کرتا ہے؛ بلکہ ایسے آدمی کے دین و ایمان کو بھی تاراج کر کے رکھ دیتا ہے، امت محمدیہ کو ایسے احوال سے سابقہ پڑنا چونکہ تقدیرِ ازل میں طے ہو چکا تھا؛ اس لیے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فتنے سے بھی امت کو باخبر فرمادیا۔

زیرِ نظر حدیث شریف میں فرمایا جارہا ہے کہ آگے ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ تم لوگ منصب وجاہ کے حریص وخواہش مند ہو گے؛ (حالانکہ امارت و منصب کی حرص وطلب انسان کو مددِ خداوندی سے محروم کر دیتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: منصب طلب مت کرو؛ اس لیے کہ اگر وہ مانگنے سے تمہیں ملا تو تم اسی کے سپرد کر دیے جاؤ گے (یعنی نصرتِ خداوندی سے محروم رہو گے) اور اگر وہ تمہارے مانگے بغیر مل گیا تو تمہاری مدد کی جائے گی، (نسائی 5386) اس لیے آدمی کو اپنی طرف سے کسی مقام و مرتبے کی خواہشمند نہ رہنا چاہیے،) اگر ایسا ہو جائے تو یاد رکھو کہ یہ چیز قیامت کے روز تمہارے لیے حسرت وندامت کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

یہ بات ملحوظِ خاطر رہنی چاہیے کہ اسلامی تعلیمات کے حوالے سے منصب وعہدہ اور قیادت وسیادت ایک زبردست ذمہ داری اور فریضہ کی حیثیت رکھتی ہے، نہ کہ محض عزت وشہرت اور مقام و مرتبے کا حصول، لیکن افسوس کہ آج تمام مناصب انہی اغراض کے ساتھ خاص رہ گئے ہیں، اسی کے لیے ساری محنتیں اور کاوشیں ہیں، الا ماشاءاللہ، عوام الناس بالخصوص علماء وخواص میں عہدے کی خواہش اور اس کے حصول کے لیے دوڑ دھوپ اور فکر وسعی علماء کے مقامِ بلند اور وراثتِ نبوت کے سراسر خلاف ہے، اگر ایسا ہو جائے (جیسے کہ عام طور پر نظر آرہا ہے کہ ایسا ہی ہورہا ہے) تو پھر یہ ایک سنگین اخلاقی اور دینی مسئلہ ہے، جس سے علم اور علماء کی توقیر، امت کا اتحاد اور دین کی روح متاثر ہوتی ہے، اور یہ ملت اسلامیہ کتنا بڑا نقصان ہے، اس کو ہر ذی شعور بہ آسانی سمجھ سکتا ہے۔

پیش گفتار

نسلِ نو کے دین و ایمان کی حفاظت کیسے ہو؟

از: مدیر

مخدومی و مرشدی حضرت اقدس مولانا محمد عبد القوی صاحب دامت برکاتہم کا یہ خطاب ۲۰ر نومبر ۲۰۲۴ء کو مسجدِ کوثر گوداوری کھنی ضلع پداپلی میں ''نسل نَو کے دین و ایمان کی حفاظت اور ہماری ذمہ داریوں'' کے موضع پر جلسہ عام سے ہوا، جسے اُس وقت محفوظ کرلیا گیا تھا، بعد میں عزیزِ محترم مولانا سید عرفان قاسمی امام وخطیب مسجد کوثر گوداوری کھنی نے اپنی فکر و جستجو اور دل چسپی و سلیقہ مندی سے افادۂ عام کے لئے مرتب کیا اور اس ماہ ادارتی صفحات پر وہی خطاب قارئین اشرف الجرائد کے لئے بھی پیش ہے، اللہ پاک ان کی اس وقیع کاوش ومحنت کو شرف قبول اور نفعِ عام کا سبب بنائے۔ از: مرتب غفرلہٗ

(۱)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على اشرف الانبياء وسادة الاتقياء وسيد المرسلين، خاتم النبيين محمد وعلى اله واهل بيته وصحبه اجمعين امابعد!

قال الله تبارك وتعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَاراً (التحريم)

قال النبي ﷺ: اكرموا اولادكم واحسنوا ادابهم (ابن ماجہ: 3671)

آپ کے اس شہر (گوداوری کھنی) کے عالم دین مولانا عبدالرحمٰن صاحب قاسمی نے مجھ سے آج کا وقت لیا تھا اور مسلسل یاددہانی کراتے رہے، ان ہی کے دعوت پر حاضری ہوگئی ہے، انہوں نے کئی دن تک اپنے ساتھیوں کے ساتھ محنت کر کے آپ لوگوں کو جمع کیا، آپ لوگ بھی خلوص واہتمام سے جمع ہوگئے ہیں، موضوع

بہت اہم ہے اس لئے گذارش ہے کہ اہتمام کے ساتھ میری باتوں پر توجہ دیں، غور سے سنیں۔ایک بات اور شروع ہی میں بتا دوں کہ مرد حضرات چوں کہ بیان کرنے والے کے سامنے ہوتے ہیں تو پھر بھی توجہ سے سن لیتے ہیں، کیوں کہ مخاطِب ان کے سامنے موجود ہے مگر خواتین کے سامنے چوں کہ مخاطب نہیں ہوتا تو نفسیاتی طور پر وہ خود بھی آپس میں بولنے لگتی ہیں، اس لئے بہنوں بیٹیوں سے گذارش کرتا ہوں کہ جب آپ کو اہتمام سے بُلایا گیا ہے تو آپ خود سوچیئے کہ کوئی خاص بات آپ سے کہنی ہوگی نا! اس لئے خواتین بھی اپنے سامنے جو اسپیکر باکس موجود ہے، اُسی کو مولانا صاحب سمجھ کر اس سے آنے والی آواز کو توجہ سے سنیں تا کہ آپ کو بھی صحیح معنوں میں نفع ہو سکے، اور اتنی بڑی تعداد میں آپ حضرات کو جمع کئے جانے کی محنت وصول ہو جائے۔

ہمارا دشمن مضبوط پلان کر چکا ہے

آج کا عنوان ہے ''**نسل نو کے دین وایمان کی حفاظت کیسے کی جائے؟**'' اس عنوان کا انتخاب موجودہ حالات کے پیشِ نظر کیا گیا، اس لیے کہ معاشرے کو اگر ایسے ہی رہنے دیا جائے جیسے چل رہا ہے تو نہ صرف یہ کہ جو بچے ہماری گود میں موجود ہیں اور ہمارے سائے میں زندگی گذار رہے ہیں، وہ دین سے بھٹک جائیں گے، اور ان کے دین وایمان کا باقی رہنا مشکل ہو جائے گا، کیوں کہ ہم تو بے خبر زندگی گزار رہے ہیں، لیکن ہمارا دشمن بہت مضبوط پلان کے ساتھ اور مسلسل آگے بڑھتے ہوئے ہمیں برباد کرنا طے کیا ہوا ہے، وہ ہماری شناخت کو بھی مٹا دینا چاہتا ہے۔

جو لوگ آزادی کی تاریخ نہیں جانتے اُن کو یہ بات نہیں معلوم ہے کہ ملک کو بانٹنے کا کام کس نے کیا، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ایک شخص نے تحریک چلائی کہ ایک مسلم ملک بن جائے تو اس کی حماقت سے ملک بٹ گیا، حالاں کہ ایسا نہیں ہے، ان کو بھی کھڑا کرنے والا ایک خاص ذہنیت کا طبقہ ہے جو چاہتا تھا کہ اس ملک میں مسلمان نہ رہیں، وہ الگ ملک کا مطالبہ کریں تا کہ مسلمان الگ ہو جائیں، اس ملک میں صرف ہندو ہوں، ہندو کلچر ہو، مندریں ہوں، ہر طرف بھجن کی آوازیں سنائی دیں، اس ملک میں نہ اذان ہو نہ نمازیں، نہ اسلامی شعائر کا غلبہ ہو، ایسا چاہنے والے وہ لوگ ہیں جن کا ملک کو آزاد کرانے میں نہ قطرہ خون گرا اور نہ پسینہ نکلا۔

مسلم لیگ کے وجود کا سبب

اس ذہنیت کا ساتھ دینے والوں کی کوشش سے دوقومی نظریہ یا علاحدگی کی تحریک وجود میں آئی، اگر آزاد ہندوستان میں منصفانہ الیکشن کرایا جاتا اور مسلمانوں کو ان کی تعداد کے حساب سے پارلیمنٹ کی سیٹیں دی جاتیں، حکومت میں حصہ دیا جاتا تو یہ ملک تقسیم نہیں ہوتا اور سب مل جل کر رہتے، لیکن وہ خاص ذہنیت جو اِس ملک میں

اسلام، مسلمان، اور توحید و رسالت کا منظر دیکھنا نہیں چاہتی تھی، اس کی خواہش یہی تھی کہ یہ لوگ (یعنی مسلم لیگ) خود کہے کہ اگر ہم کو ملک میں برابر کی حصہ داری نہیں دیتے تو ایک الگ ملک دے دو، یہ حقیقت ہے کہ باقاعدہ کوشش کر کے مسلمانوں کو ایسی ضد پر لایا گیا تھا، جب اُس نے یہ آواز اٹھائی کہ ہم کو الگ ملک چاہیئے تو یہ ملک تقسیم ہو گیا ورنہ آپ جانتے ہیں کہ مسلمانوں نے اپنی ایک چھوٹی سی مملکت بنا لینے کے لئے دیڑھ سو برس تک آزادی کی جنگ نہیں لڑی تھی، اسی وجہ سے مسلم قیادت کا ایک بڑا حصہ تقسیم کے اس نظریئے سے نہ متفق ہوا نہ عملاً قبول کیا، انہوں نے اس نئے مسلم ملک میں نہ جا کر ہندوستان ہی میں رہنے کو اختیار کیا۔ یہ بات اس خاص طبقے کو ہضم نہیں ہو رہی ہے۔

دیڑھ سو سال کی قربانیاں

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس ملک کے مسلمانوں نے اپنے اکابر علماء کے ساتھ اپنے ملک کی آزادی کے لیے دیڑھ سو سال تک دشمنوں سے جنگ لڑی ہے، جس قوم نے دیڑھ سو سال تک کسی سے جنگ لڑی ہو تو اُس قوم کی قربانیوں کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے، ڈیڑھ سو سال میں بڑے بڑے نواب فقیر بن گئے، بڑے بڑے زمیندار بے گھر ہو گئے، بڑے بڑے وزیر جو شاہانہ زندگی گزارتے تھے لوگوں سے مانگنے پر مجبور ہو گئے، ان قربانیوں کے بعد جن لوگوں نے یہ ملک آزاد کرایا تھا وہ قیادت ابھی موجود تھی، انہوں نے صورتِ حال کو بھانپ لیا اور سمجھ گئے کہ یہ تقسیم والا قصہ ایک سازش ہے یہ ہمیں بہت نقصان پہنچائے گا۔

اس لئے انھوں نے مسلمانوں کو لے کر ''ہم نہیں بٹیں گے یہیں رہیں گے'' کا مطالبہ کیا تو بالآخر انگریز نے کہا: جس کو جانا ہے جاؤ اور جس کو رہنا ہے رہ جاؤ، چناں چہ یہاں بھی مسلمان رہ گئے، اس وقت تو رہ گئے اور رہنے دیئے گئے، مگر مسلمانوں کا یہاں رہ جانا اس خاص ذہنیت والے طبقے کو بالکل گوارا نہیں تھا۔ اس وقت مسلم لیگ کے مقابلے میں جو کانگریس پارٹی تھی اس نے اگر چہ سیاسی طور پر اس فیصلے کو مان لیا کہ جو مسلمان اِدھر رہنا چاہیں گے وہ رہ جائیں گے، اور جو اُدھر جانا چاہتے ہیں چلے جائیں گے، لیکن خیالات اس کے بھی کچھ اچھے نہیں تھے۔

مسلمانوں کی تعداد

آزادی، پھر اس کے بعد تقسیم ملک کو اب ۷۵ سال ہو چکے ہیں، اس دوران مسلمانوں کی تعداد بڑھتے بڑھتے گورنمنٹ کے مطابق ۱۸ تا ۲۰ کروڑ اور آزاد ذرائع کے مطابق ۲۲ تا ۲۴ کروڑ مانی جاتی ہے، جو دنیا کے دیگر ممالک کی مسلم آبادی سے کہیں زیادہ ہے، تو وہ خاص ذہنیت جس کو ملک میں مسلمانوں کا موجود رہنا اور پھلنا پھولنا اچھا نہیں لگتا ہے ان کو یہ تعداد کانٹا بن کر چبھتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے جب اپنا ایک علاحدہ

ملک بنالیا تو ہم بھی ایک ہندو ملک بنالینا چاہیے تھا، جب کہ بھارت ایک جمہوری ملک ہے، یہاں ہمیشہ جمہوری دستور حکم راں رہا، کسی کبھی ایک مذہب کی حکم رانی نہیں ہے۔

ملک کی تقسیم کے وقت مسلمانوں کی حالت

میں یہ بات آپ کو اس لئے سنا رہا ہوں کہ کچھ خاص ذہنیت کے لوگ تقسیم کے وقت نہیں چاہتے تھے کہ یہاں (ہندوستان میں) مسلمان رہیں، پھر بھی انہیں مسلمانوں کو گوارا کر لینا پڑا، وہ بھی اس وجہ سے کہ اکثر مسلمان اُدھر چلے جائیں گے، یہاں تھوڑے سے مسلمان رہیں گے ،تو ہم انھیں اپنے کلچر میں ڈھال لیں گے، جب وہ ہمارے کلچر میں ڈھل جائیں گے تو اُن کا ہونا نہ ہونا برابر ہو جائے گا،لیکن ان کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ جو علماء یہیں پر رہنے کی بات کر رہے تھے اور مسلمانوں کو اسی ملک میں رہنے کی دعوت دے رہے تھے وہ علماء کرام صرف یہاں رہنے کے فیصلے پر خاموش بیٹھنے والے نہیں تھے، اپنی قوم کو دین وایمان سے جوڑے رکھنے کی جدوجہد بھی کرنے والے تھے، مسلمانوں کے لئے زمین اور وطن سے زیادہ ضمیر وایمان کی سلامتی عزیز ہوتی ہے۔ تقسیم کے خوف ناک اور گمبھیر حالات نے مسلمانوں میں خوف وہراس کا ماحول پیدا کر دیا، کمی وکم زوری نے مایوسیوں کو جنم دیا، حوصلے پست ہونے لگے، ڈر کے مارے مرتد ہو جانے کے خطرے منڈلانے لگے۔

مسلمانوں کا قتل عام

ہمارے علماء کرام کو اللہ جزائے خیر دے، ان کی قبروں کو نور سے منور کرے۔ (آمین) انہوں نے جن مسلمانوں کو پاکستان ہجرت کر جانے سے روک لیا تھا ان کو ایسے ہی بے سہارا نہیں چھوڑا، جہاں کچھ لوگ خواب دیکھ رہے تھے کہ اب یہاں صرف ہندو دھرم ہی ہوگا، وہیں ہمارے علماء یہ طے کیے ہوئے تھے کہ ہم اِس خواب کو پورا ہونے نہیں دیں گے، اس ملک کی جمہوریت کو خطرے میں پڑنے نہیں دیں گے، تمام اقلیتوں کو برابر کی شہریت دلوائیں گے۔ لہٰذا اِن علماء نے مسلمانوں کو ہمت دلائی، کیوں کہ دل ٹوٹے ہوئے تھے، خاندان کے خاندان بکھرے ہوئے تھے، دو چار اُدھر، دو چار اِدھر! بل کہ یہ تک پتہ نہیں تھا کون زندہ ہے اور کون مر گیا، کیوں کہ نئی سرحدیں تعصب ونفرت کی علامت بن گئی تھیں، سکھ لوگ امرتسر پر ریل روک کر قتل عام کرتے تھے، لاہور کے لیے نئی دہلی سے ٹرین چلتی تھی، کھچا کھچ لوگوں سے بھری ہوئی جاتی تھی، اندر بھرے ہوئے، کھڑکیوں سے لٹکے ہوئے، بچوں کو کپڑوں سے باندھ کر ٹرین کی چھتوں پر چڑھے ہوتے تھے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ اِس ٹرین کے دہلی سے لاہور پہنچنے تک بے شمار لوگوں کی جانیں جا چکی ہوتی تھیں، یوں لوگوں نے تقسیمِ ملک کا دردناک اور

تکلیف دہ عمل دیکھا تھا، تقسیم نے واقعی مسلمانوں کا نہ وہاں بھلا کیا نہ یہاں بھلا کیا، پاکستان مسلم ملک ہے مگر اس کو کوئی صحیح چلانے والا اب تک نہیں ملا، یہ ملک اگرچہ ایک منظّم اور مستحکم ملک ہے لیکن مسلمان یہاں اپنے جائز حقوق سے محروم ہیں، وہ ملک اسلام کے نام پر بنا، اسلام کے لئے وہ کیا کر رہے ہیں، اللہ بہتر جانتا ہے، لیکن معاشرتی اعتبار سے جو بگاڑ یہاں ہے وہ بگاڑ وہاں بھی ہے، لڑکیوں کی بے حیائی بے حجابی کا جو رونا ہم رو رہے ہیں، تقابل کر کے دیکھا جائے تو اس سے زیادہ بے حیائی وہاں ہے، جن جرائم اور سماجی فسادات سے ہم جوج رہے ہیں اس ملک کا حال بھی اس میں کچھ اچھا نہیں ہے، بل کہ اس اعتبار سے زیادہ قابل مذمت ہے کہ یہاں نفاذِ دین سے ہم عاجز ہیں اُن کے لئے تو دستوری طور پر اختیارِ کامل حاصل ہے۔

علماء کرام کی محنتیں

خیر! میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ جب تقسیم وتفریق کا کام مکمل ہو گیا تو علماء نے اور مسلم قائدین نے دوطرفہ جدوجہد شروع کر دی، ایک طرف تو مسلمانوں کو شہریت کے واجبی حقوق سب کے برابر دلوانے کے لئے جامع دستور کی تشکیل وتعمیر میں مؤثر کردار ادا کیا۔اور دوسری طرف ان کے دین وایمان کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کی بل کہ یہ طئے کر لیا کہ مسلمانوں کو حکم رانی میں شرکت سے چاہے جتنی محرومی ہو مگر اُن کے دین وایمان میں کسی قسم کا زوال اور کمی نہیں ہونے دیں گے۔اس لیے علماء نے حکومت میں بہت زیادہ گھسنے کی کوشش نہیں کی، البتہ ملک کا دستور جمہوری بنانے کی جدوجہد کی، ایسا دستور کہ سب کو اپنے مذہب پر عمل کرتے ہوئے جینے کا پورا پورا حق حاصل ہو، ہر ایک اپنے مذہب اپنے عقیدے پر عمل کرتے ہوئے زندگی گزار سکے ایسے سارے حقوق آئین میں منوا لیے گئے، چناں چہ یہ حق اس ملک میں رہنے والے ہر فرد کو حاصل ہے، (الحمدللہ) اب تک وہی دستور موجود ہے یہ اور بات ہے کہ وہی مخصوص ذہنیت والا طبقہ اقتدار میں مضبوطی حاصل کر لینے کے بعد دستورِ ہند میں مسلسل ترامیم کرتا جا رہا ہے، خطرہ ہے کہ ملک کو ہندو راشٹر بنانے میں مانع سب دفعات ختم نہ کر لیے جائیں۔

مسلمانوں میں کاسٹ کا نظام نہیں

اگر یہاں کاسٹ کی بنیاد پر مردم شماری ہو (جس کو فرقہ پرست پارٹی ہرگز کرانا نہیں چاہتی) تو ہم اس ملک میں زیادہ تعداد میں پائے جائیں گے، یعنی اکثریت ہماری ہوگی بعض سیکولر پارٹیاں اس طرح مردم شماری کرانا چاہتی ہیں لیکن وہ کرا کر بھی کیا کریں گی؟ کاسٹ کی بنیاد پر مردم شماری ہوگی تو مسلمان اکثریت میں اور دوسری

قومیں اقلیت میں آ جائیں گی، وہ لوگ تمام غیر مسلموں کو ملا کر اپنے کو اکثریت بتاتے ہیں، حالاں کہ انہوں نے سیاسی مصلحت سے اپنے ساتھ ان کو بھی ملا لیا جن کو وہ انسان بھی نہیں مانتے، گاندھی جی نے اکثریت کا جو خاص فلسفہ چلایا تھا اس پر یہ حکومت ٹکی ہوئی ہے، ورنہ اِس ملک میں اکثریت مسلمانوں کی ہے، مسلمانوں میں کاسٹ واسٹ کچھ بھی نہیں ہے، مسلمانوں میں سید، شیخ، خان، پٹھان، مرزا، علوی ایسی چند نسبتیں ہیں، ان نسبتوں کے باوجود مسلمان انسان ہونے میں سب برابر سرابر ہیں، ذات پات کا تصور ہمارے پاس نہیں ہے، اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا صاف کہتا ہے کہ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے''، آج کل میڈیا میں غیر مسلم یوٹیوبر، اور گورنمنٹ کے ایجنٹ بتا رہے ہیں کہ مسلمانوں میں بھی ذات پات کی تقسیم ہے، کچھ مسلمان حنفی ہیں، کچھ شافعی ہیں، کچھ سلفی ہیں، کچھ تبلیغی ہیں، کچھ اہل قرآن ہیں، کچھ شیعہ ہیں، کچھ سنی ہیں، یہ بتا کے باور کرا رہے ہیں کہ مسلمانوں میں بھی ۲۴ کاسٹ ہیں، لیکن ہم کہتے ہیں کہ کاسٹ نسل کی بنیاد پر ہوتی ہے، ہم ایک ہی نسل ہیں، ''سب انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں'' ہم تو غیر مسلموں کو بھی اپنا انسانی بھائی مانتے ہیں، بلکہ ہم تمہاری تقسیم بھی نہیں مانتے تو اپنے اندر تفریق و تقسیم کیسے مان سکتے ہیں؟ لیکن آج کل سوشل میڈیا پر زبردستی یہ بات چلائی جا رہی ہے، جس کو ہندو لوگ صحیح سمجھ رہے ہیں، رونا تو آپ لوگوں پر ہے کیوں کہ آپ بھی صحیح سمجھ رہے ہیں، جب کہ مسلمانوں میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے، ہاں جہالت کی وجہ سے بعض مسلمان ''نور باشوں''، ''سنگ تراشوں'' اور ان جیسے پیشے والوں کو حقیر سمجھتے ہیں، یہ جہالت ہے اسلام نہیں ہے، اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال حبشیؓ کو سلمان فارسیؓ کو صدیق اکبرؓ کو ایک ہی صف میں کھڑا کیا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان والے اور باہر سے آ کر مسلمان ہونے والے ایک ہی ہیں کیوں کہ اسلام میں فضیلت کا معیار تقویٰ ہے نسل نہیں، ہاں! تقویٰ کے ساتھ اعلیٰ نسبی تسلیم کی جا سکتی ہے مگر ادنیٰ کی تحقیر ہے نہ تقسیم۔

ایک سبق آموز واقعہ

ایک عیسائی بادشاہ جبلہ بن ایہم نامی حضرت عمرؓ کے زمانے میں اپنے لوگوں کے ساتھ مدینہ آ کر مسلمان ہو گیا، ساتھ آنے والے بھی مسلمان ہو گئے، حضرت عمرؓ حج کو جا رہے تھے، وہ بولے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ حج میں چلیں گے، مکہ آنے کے بعد وہ بادشاہ اپنے لوگوں کے ساتھ کعبہ کا طواف کر رہا تھا، اس کا لباس لمبا تھا نیچے گھِسَٹ رہا تھا، ایک غریب صحابیؓ کا اس پر پیر پڑ گیا، اس کو بہت غصہ آیا، پلٹ کر دیکھا تو اس غریب نے

معذرت کی، بادشاہ نے اُسے زور سے ایک طمانچہ مار دیا، غریب صحابیؓ نے اس وقت تو کچھ نہیں کہا، بعد میں حضرت عمرؓ سے مل کر شکایت کی، حضرت عمرؓ نے بادشاہ کو بلا کر پوچھا: تم نے اس بندے کو تھپڑ کیوں مارا؟ اس نے کہا: وہ تو اچھا ہوا کہ میں بیت اللہ کے سامنے تھا ورنہ اس کی آنکھیں پھوڑ دیتا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: یا تو تم اس سے معافی مانگ لو، یا وہ سب کے سامنے تم سے بدلہ لے گا، ویسا ہی طمانچہ تمہیں مارے گا''۔ یہ سُن کر باشاہ نے پوچھا: امیر المومنین! یہ شخص اور بادشاہ برابر ہے؟ تو حضرت عمرؓ نے کہا: ہاں! اسلام نے دونوں کو برابر کر دیا[1]۔

بادشاہ نے سوچنے کے لیے ایک رات کا وقت مانگا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: سوچ لو! مگر فیصلہ یہی رہے گا، بادشاہ غرور میں مبتلا تھا، رات ہی میں وطن کی طرف چلا گیا اور دینِ اسلام سے پھر گیا، اخیر عمر میں روتا رہتا تھا کہ میں کیوں شان کو بیچ میں لایا، جس کی وجہ سے اسلام جیسی نعمت سے محروم ہو گیا؟ پھر کفر ہی کی حالت میں اس کو موت آ گئی۔ (تاریخ الطبری: ۴/ ۵۳)

اسلام میں خاندان وقبائل صرف تعارف کے لئے ہیں

یہ اسلام ہے، یہاں ذات پات ہے ہی نہیں، قرآن کہتا ہے: **وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا** (سورۂ حجرات: ۱۳) یہ خاندان قبیلے ایک دوسرے کو پہچاننے کے لیے ہیں، ایک دوسرے پر فخر کرنے کے لیے نہیں۔ (الحمد للہ) اسی وجہ سے ہندوستانی مسلمانوں میں بھی ذات پات نہیں، جہالت کی وجہ سے اگر پیسے والے غریب کو، پڑھے لکھے لوگ اَن پڑھ کو، حیثیت والے کم حیثیت والوں کو حقیر سمجھ رہے ہیں تو غلط کر رہے ہیں، کوئی عالم اور عقل منداس کی حمایت نہیں کرتا۔ ہندوؤں میں ذات پات ہیں، بھگوان کے اوپر کے حصے سے پیدا ہونے والے بڑے ہیں، نیچے کے حصے سے جتنے پیدا ہوئے وہ سب کے سب غلام اور نوکر ہیں، یہ آپس میں کبھی برابر نہیں ہو سکتے ہیں، آج بھی ان کا یہی عقیدہ ہے اگرچہ ملک کا قانون اُسے جرم قرار دیتا ہے، اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ ملک میں ذات پات کی بنیاد پر مردم شماری کراؤ گے تو ہم اکثریت بن جائیں گے، وہ اقلیت میں آ جائیں گے، لیکن ان کو تو یہی بتانا ہے کہ ملک میں ہندو اکثریت میں ہیں، مسلمان اقلیت میں ہیں، اس طرح ہمارے دل میں اقلیت کا خوف بٹھا کر ہم کو ماتحت بنانا چاہتے ہیں۔

(جاری۔۔۔۔۔)

[1] حقوق میں تین بنیادی حقوق ہیں، جان، مال، عزت، یہ سب کے لئے یکساں ہیں کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

گوشۂ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

حضرت ام بشر انصاریہؓ (زوجہ زید بن حارثہؓ)

از: مولانا مفتی رفیع حنیف صاحب قاسمی*

نام ونسب:

یہ عظیم صحابیہ ہیں، ان کے والد محترم عظیم صحابی براء بن معرورؓ بن صخر انصاری ہیں (جو قبیلہ خزرج کے بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے، بیعتِ اولیٰ اور ثانیہ میں شریک ہوئے، ان کا انتقال ہجرت سے قبل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی، جو اسلام میں پہلی نماز جنازہ پڑھی گئی) ان کی والدہ خلیدہ بنت قیس بن مالک تھیں (جن کا تذکرہ پچھلے شمارہ میں گذر چکا) بشر بن معرورؓ (مشہور صحابی اور غزوۂ بدر سمیت کئی غزوات میں شرکت کی، ان کی وفات خیبر میں زہر آلود گوشت کھانے سے ہوئی) شوہر زید بن حارثہؓ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب، آزادہ کردہ غلام جن کا ذکر قرآن مجید کے اندر بھی موجود ہے)

ان کے نام کے سلسلے میں اختلاف ہے، ''ام مبشر''، ''ام بشر'' اور بعض روایات میں ''ام بشیر'' بھی آیا ہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا نام خلیدہ تھا یا سلاف تھا (بعض محققین کے مطابق خلیدہ ان کے بھائی بشر کی والدہ کا نام تھا)۔(دیکھئے، الاصابۃ فی تمییز الصحابہ: ۸/ ۳۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ: ۱۴۱۵ھ)

نسب اس طرح ہے: ام بشر بنت براء بن معرور بن صخر بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ خزرجی۔

قبول اسلام

حضرت امِ بشرؓ شرفِ صحابیت سے بہرور تھیں، ان کا شمار کبار صحابیات میں ہوتا ہے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت بھی کی تھی، والد، والدہ، بھائی اور خود ان کے خاوند حضرت زید بن حارثہؓ سب قبولیت اسلام سے بہرور تھے۔

---

* استاذ فقہ وادب: ادارہ کہف الایمان ٹرسٹ، بورہ بنڈہ، حیدرآباد

مرویات

ان عظیم صحابیہ کو صحبت رسول اللہ ﷺ بڑا حصہ حاصل ہوا، ان سے کئی ایک مشہور و معروف روایتیں صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں موجود ہیں۔

ا۔مشکاۃ، ابن ماجہ اور بیہقی میں یہ روایت مروی ہے: عبدالرحمن بن کعب ؓ اپنے والد (سیدنا کعب بن مالک ؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب (میرے والد) کعب کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کے پاس ام بشر بنتِ برا بن معرور رضی اللہ عنہا آئیں اور کہنے لگیں: اے ابوعبدالرحمن!! اگر آپ (آخرت میں) فلاں شخص سے ملیں تو اسے میرا اسلام کہیے گا، اس پر کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ام بشر! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے، ہم اس سے کہیں زیادہ مشغول ہوں گے (یعنی موت اور اس کے بعد کے معاملات کی وجہ سے ہمیں اس بات کا ہوش کہاں ہوگا)۔

تو ام بشر نے کہا: اے ابوعبدالرحمن! کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ: بیشک مومنوں کی روحیں سبز پرندوں (کے قالب) میں ہوتی ہیں جو جنت کے درختوں سے کھاتے ہیں؟

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ: ام بشر بنت البراء: ۸/ ۳۶۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔

۲۔حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ انصار کی ایک خاتون ''ام مبشر'' (رضی اللہ عنہا) کے کھجوروں کے باغ میں تشریف لے گئے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: یہ درخت کس نے لگایا ہے، کسی مسلمان نے یا کافر نے لوگوں نے عرض کیا: ایک مسلمان نے، کوئی بھی مسلمان جو پودا لگاتا ہے، پھر اس میں سے کوئی انسان، یا چوپایا (جانور) یا پرندہ کھاتا ہے تو وہ اس (لگانے والے) کے لئے صدقہ جاریہ بن جاتا ہے۔ ''لا يغرس مسلم غرسا فيأكل منه إنسان أو دابة أو طائر إلا كان له صدقة'' (مسند احمد: مسند انس بن مالک ؓ)

امام احمد بن حنبل ؒ نے اس روایت کو ام بشر زوجہ زید بن حارثہ ؓ کی جانب نسبت کیا ہے (اسد الغابۃ: ام مبشر الانصاریہ)

وفات

تاریخی کتب میں ان کی وفات کا صحیح اور واضح سن مذکور نہیں ہے، البتہ ان کی روایت کردہ احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کافی عرصہ حیات رہیں اور کعب بن مالک ؓ کی وفات کے وقت موجود تھیں۔ (جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فوت ہوئے۔)

ان تفصیلات سے ام بشر رضی اللہ عنہا کے مقام اور ان کے خاندان کے اسلامی تاریخ میں کردار کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

گوشۂ خواتین

ایک مثالی اور جنتی خاتون!

حضرت ام سلیم انصاریہؓ

از: مولانا مفتی محمد سلمان قاسمی محبوب نگری*

حضور اکرم ﷺ کی من جملہ خصوصیات میں آپ کے اصحاب کرامؓ ہیں، تمام ہی صحابہؓ ہدایت کے روشن ستارے اور اخلاق و کردار کے جواہر پارے ہیں، اصحابِ رسول ﷺ کے مناقب بیان کرتے ہوئے عموماً مرد صحابہ کرامؓ کا ذکر خیر ہوتا ہے، اور حضراتِ صحابیات کا تذکرہ کم یا ازواج و بنات رسول تک محدود ہوتا ہے، جب کہ کتب سیرت میں بعض ایسی صحابیات کا بھی ذکر ملتا ہے جن کی زندگی مسلم خواتین کے لیے بہترین نمونہ اور ان کا جذبۂ دینی اور ایمانی غیرت وحمیت ساری امت کے لیے اسوہ ہے، انہیں بے مثال فائق المرتبت صحابیات میں سے ایک ام سلیم بنت ملحان انصاریہ رضی اللہ عنہا و رضت عنہ ہے، حضرت ام سلیمؓ کی زیرکی، فہم و فراست، صبر وتقوی، ایمان کے تعلق سے ان کے جذبات، عشق رسول کے باب میں ان کے واقعات، اسلام کے تئیں ان کی خدمات اور بحیثیت عورت ان کی سوانح حیات سبھی لائق عبرت اور قابل تقلید ہیں۔

یہ خادم النبی حضرت انس بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ کی ماں اور حضور اکرم ﷺ کی یا آپ کے والد ماجد کی رضاعی خالہ تھیں، ان کا نام رملہ یا سہلہ؛ لقب رُمیصا یا غمیصاء اور کنیت وشہرت ام سلیم بنت ملحان ہے، مدینہ میں اوائل اسلام میں مسلمان ہوئیں، جب ان کے شوہر ابوانس (مالک) کو پتہ چلا تو پوچھا:

کیا تم نے اپنا دین چھوڑ دیا؟ اُنہوں نے فرمایا: نہیں، میں نے اپنا دین نہیں چھوڑا، بلکہ میں رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائی ہوں۔ پھر وہ اپنے بیٹے انسؓ کو کلمہ سکھاتی تھیں: بیٹے! کہو لا إله إلا الله، کہو أشهد أن محمدًا رسول الله۔

جب انسؓ یہ کہتے تو ان کے والد غصے سے کہتے: میرے بیٹے کو مت بگاڑ!

تو اُم سلیمؓ فرماتیں: میں اسے بگاڑ نہیں رہی، بلکہ سنوار رہی ہوں۔ (نسائی شریف)

ان کے پہلے شوہر مالک چونکہ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہنا چاہتے تھے اور حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

دینِ اسلام قبول کر لینے پر اصرار کرتی تھیں، اس لیے دونوں میں کشیدگی پیدا ہوئی اور مالک ناراض ہوکر شام چلے گئے اور وہیں انتقال کیا۔

جب ابوطلحہ (جو اس وقت مشرک تھے) نے انہیں پیغامِ نکاح بھیجا تو انہوں نے انکار کیا۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں: ابوطلحہؓ نے کہا: میں تم سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ اُم سلیمؓ بولیں: میں ایمان لا چکی ہوں۔ اگر تم اسلام لے آؤ تو میں تم سے شادی کرلوں گی، ابوطلحہؓ نے کہا: میں بھی تمہارے دین پر ہوں۔ چنانچہ وہ ایمان لائے اور اسلام ہی ان کا مہر قرار پایا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ام سلیمؓ نے فرمایا: اے ابوطلحہ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے بتوں کو فلاں کا غلام تراشتا ہے؟ اور اگر تم ان پر آگ لگا دو تو جل جائیں گے؟ یہ بات ان کے دل میں اثر کر گئی، وہ واپس لوٹے، پھر آئے اور کہا: میں نے تمہاری دعوت قبول کر لی ہے؛ یوں ان کا مہر اسلام قرار پایا۔ (نسائی وطبقات ابن سعد)

اس عظیم عورت کا جذبہ تو دیکھیں کہ پہلے شوہر سے کشیدگی ہوئی ایمان کے نہ ہونے کی بنیاد پر اور دوسرے شوہر سے بیاہ کیا ایمان ہی کو مہر بنا کر، اس واقعے سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کے دل میں ایمان کی کس قدر عظمت تھی۔

ایک سمجھدار و صاحب فراست ماں:

بہ حیثیت ماں حضرت ام سلیمؓ کا کردار دیکھیں کہ نبی علیہ السلام کے مدینہ تشریف لاتے ہی فوراً اپنے لختِ جگر حضرت انسؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لیے پیش کر دیا۔ (بخاری ومسند احمد)

تاریخ نگاران کی اس فراست کی خوب تعریف کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے لڑکے کے بہتر مستقبل اور اس کی دینی و دنیاوی سعادت مندی کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لیے حوالہ کر دیا، حضرت انسؓ کس قدر خوش قسمت تھے کہ ان کو دس سال تک حضور کی مصاحبت و خدمت اور آپ کی برکات سے مستفیض ہونے کا موقع عنایت ہوا، یہ ان کے ماں کی دوررسی تھی جنہوں نے یہ اقدام کیا، ایک بیٹے کے لیے اپنی ماں کی طرف سے خدمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موقع فراہم کرنے سے قیمتی اور کیا تحفہ ہوسکتا ہے، اسی کی برکت ہے کہ حضرت انسؓ نے حضور سے کئی روایات نقل کی ہیں، آج کل کی عورتوں کو حضرت ام سلیمؓ کی اس پیش رفت سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ وہ بھی اپنے اولاد کے حسن عاقبت کی فکر کریں، اور اولاد کی دینی ترقی کے لیے ہی ان کے جذبات کارفرما ہوں۔

حضرت ام سلیمؓ کا عشق رسول:

حضور ﷺ سے حد درجہ لگاؤ کا ایک واقعہ تو یہی ہے کہ اپنے جگر گوشہ کو آپ کی خدمت کے لیے وقف کردیا، اس کے علاوہ بھی حضور اکرم ﷺ سے آپ کو انوکھا لگاؤ تھا، ایک دن حُضور ﷺ حضرت اُمِّ سُلیمؓ کے گھر تشریف لائے اور ایک مَشکیزے سے پانی پیا، حضرت اُمِّ سُلیمؓ نے مَشکیزے کے اُس حصّے کو کاٹ کر بطورِ تبرک اپنے پاس رکھ لیا جس حصّے سے آپ ﷺ نے پانی پیا تھا۔ [مسند احمد]

پیارے آقا ﷺ اُن کے گھر تشریف لاتے اور قیلولہ فرماتے تھے، آپ حُضورِ اکرم ﷺ کے لیے چمڑے کا بستر بچھا دیتی تھیں، جس پر آپ ﷺ آرام کرتے تھے، حُضور ﷺ کو جب پسینہ آتا تھا تو وہ حُضور ﷺ کا پسینہ جمع کرلیتیں اور اسے خوشبو میں ڈال لیتی تھیں، ایک مرتبہ آپ ﷺ بیدار ہوئے تو ارشاد فرمایا: اے اُمِّ سُلیم! یہ تم کیا کررہی ہو؟ عرض کیا حُضور! یہ آپ کا پسینہ ہے جسے ہم اپنی خوشبو میں ڈال لیتے ہیں، یہ بہترین خوشبو ہے۔ (صحیح مسلم) ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا: یَا رسولَ اللہ! ہم اس کی برکت کی اپنے بچّوں کے لیے اُمید کرتے ہیں، فرمایا: تم ٹھیک کرتی ہو۔ چنانچہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے وصیت کی کہ ان کے حَنُوط میں اس خوشبو کو ملایا جائے لہٰذا حضرت انسؓ کی وصیت کے مطابق ان کے حَنُوط میں اس خوشبو کو ملا دیا گیا۔

پیکرِ صبر حضرت ام سلیمؓ ایک مثالی بیوی:

بخاری شریف وغیرہ میں ان کا ایک بہت ہی نصیحت آموز اور عبرت خیز واقعہ مذکور ہے کہ ام سلیمؓ کا ایک بچہ بیمار تھا، جب ان کے شوہر ابوطلحہؓ صبح کو اپنے کام دھندے کے لیے باہر جانے لگے تو اس بچہ کا سانس بہت زور زور سے چل رہا تھا ابھی ابوطلحہؓ گھر لوٹنے سے پہلے بچہ کا انتقال ہوگیا، ام سلیمؓ نے سوچا کہ دن بھر کے تھکے ماندے میرے شوہر مکان پر آئیں گے اور بچے کے انتقال کی خبر سنیں گے تو نہ کھانا کھا سکیں گے، نہ چین سے آرام کرسکیں گے، اس لیے انھوں نے بچے کی نعش کو ایک الگ کمرے میں لٹا دیا اور خود روزانہ کی طرح کھانا پکایا، پھر خوب اچھی طرح بناؤ سنگار کرکے شوہر کے آنے کا انتظار کرنے لگیں، جب ابوطلحہؓ رات کو گھر آئے تو پوچھا کہ بچے کا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اب اس کا سانس ٹھہر گیا ہے، ابوطلحہؓ مطمئن ہوگئے اور انھوں نے یہ سمجھا کہ سانس کا کھنچاؤ تھم گیا ہے، پھر فوراً ہی کھانا سامنے آگیا اور انھوں نے شکم سیر ہوکر کھانا کھایا پھر بیوی کے بناؤ سنگار کو دیکھ کر بیوی سے صحبت بھی کی، جب سب کاموں سے فارغ ہوکر بالکل مطمئن ہوگئے تو ام سلیمؓ نے کہا کہ اے میرے پیارے شوہر! مجھے یہ مسئلہ بتائیں کہ اگر ہمارے پاس کسی کی کوئی امانت ہو اور وہ اپنی امانت ہم

سے لے لے تو کیا ہم کو برا ماننے یا ناراض ہونے کا کوئی حق ہے؟ ابوطلحہؓ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں! امانت والے کو اس کی امانت خوشی خوشی دے دینی چاہیے، شوہر کا یہ جواب سن کرام سلیمؓ نے کہا کہ آج ہمارے گھر میں یہی معاملہ پیش آیا کہ ہمارا بچہ جو ہمارے پاس خدا کی ایک امانت تھا آج خدا نے وہ امانت واپس لے لی اور ہمارا بچہ مرگیا، یہ سن کر ابوطلحہؓ چونک کر اٹھ بیٹھے اور حیران ہوکر بولے کہ کیا میرا بچہ مرگیا؟ بی بی نے کہا کہ جی ہاں، ابوطلحہ نے فرمایا کہ تم نے تو کہا تھا کہ اس کے سانس کا کھنچاؤ تھم گیا ہے، بیوی نے کہا کہ جی ہاں مرنے والا کہاں سانس لیتا ہے؟ ابو طلحہؓ کو بے حد افسوس ہوا کہ ہائے میرے بچے کی لاش گھر میں پڑی رہی اور میں نے بھر پیٹ کھانا کھایا اور صحبت کی۔ بیوی نے اپنا خیال ظاہر کر دیا کہ آپ دن بھر کے تھکے ہوئے گھر آئے تھے میں فوراً ہی اگر بچے کی موت کا حال کہہ دیتی تو آپ رنج وغم میں ڈوب جاتے، نہ کھانا کھاتے، نہ آرام کرتے، اس لیے میں نے اس خبر کو چھپایا، ابوطلحہؓ صبح کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز فجر کے لیے گئے اور رات کا پورا ماجرا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوطلحہؓ کے لیے یہ دعا فرمائی کہ تمہاری رات کی اس صحبت میں اللہ تعالیٰ خیر و برکت عطا فرمائے۔ (بخاری ومسند احمد) اس دعائے نبوی کا یہ اثر ہوا کہ حضرت ام سلیم کو دوبارہ حمل ٹھہر گیا اور ایک بچہ پیدا ہوا، جس کا نام عبداللہ رکھا گیا اور ان عبداللہ کے بیٹوں میں بڑے بڑے علما اور حفاظِ قرآن پیدا ہوئے۔

یہ حضرت رُمیصا کا بحیثیت بیوی ایک مثالی کردار ہے، اولاً تو بیٹے کی وفات پر ان کا ضبطِ غم اور صبر کا غیر معمولی مظاہرہ، پھر ایسے ناقابل برداشت موقع پر بھی شوہر کے راحت وآرام کی فکر کرنا واقعی حضرت ام سلیمؓ کا ہی حصہ ہے، ان کی انہیں خوبیوں کے سبب نبی علیہ السلام نے ان کو دنیا میں ہی جنت کی بشارت سنائی تھی۔

حضرت ام سلیمؓ کی بہادری وجنگی خدمات:

غزوات میں حضرت اُمّ سلیمؓ نے نہایت جوش سے حصہ لیا، صحیح مسلم میں ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اُمّ سلیمؓ اور انصار کی چند عورتوں کو غزوات میں ساتھ رکھتے تھے جو لوگوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کو مرہم پٹی کرتی تھیں، غزوۂ احد میں جب مسلمانوں کے جمے ہوئے قدم اُکھڑ گئے تھے، تو وہ نہایت مستعدی سے کام کر رہی تھیں۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ مشک بھر بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں، مشک خالی ہوجاتے تو پھر جا کر بھر لاتی تھیں؛ سن ۷ ہجری میں خیبر کا واقعہ ہوا، اُمّ سلیم اس میں شریک تھیں؛ غزوۂ حنین میں وہ ایک خنجر ہاتھ میں لیے تھی، حضرت ابوطلحہؓ نے دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ حضرت ام سلیمؓ خنجر لی ہوئی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا کروگی؟ بولیں اگر کوئی مشرک قریب آئے گا تو اس

سے اس کا پیٹ چاک کردوں گی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر مسکرا دیئے، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے جو لوگ فرار ہوگئے ہیں ان کے قتل کا حکم دیجیے، ارشاد ہوا، خدا نے خود ان کا انتظام کر دیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے کچھ واقعات:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواجِ مطہرات کے علاوہ اور کسی عورت کے یہاں نہیں جاتے تھے؛ لیکن اُم سلیم رضی اللہ عنہا مستثنیٰ تھیں، آپ ان کے گھر جاتے اور وہاں قیلولہ فرماتے تھے، لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا: مجھے ان پر رحم آتا ہے کہ ان کے بھائی (حرام رضی اللہ عنہ) نے میرے ساتھ رہ کر شہادت پائی ہے۔ پانچ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، اس موقع پر اُمّ سلیم نے ایک لگن میں مالیدہ بنا کر انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنا کہ اس حقیر ہدیہ کو قبول فرمائیں؛ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو اُمّ سلیم ہی نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سنوارا تھا۔

اسی طرح ایک مرتبہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھوکے ہیں، کچھ بھیج دو، حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے چند روٹیاں ایک کپڑے میں لپیٹ کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جا کر پیش کر دیں، آپ مسجد میں تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین بھی بیٹھے ہوئے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا: ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے تم کو بھیجا ہے؟ بولے جی ہاں! فرمایا: کھانے کے لیے؟ کہا: ہاں! آپ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو لے کر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لائے، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھبرا گئے اور حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا: اب کیا کیا جائے؟ کھانا نہایت قلیل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مجمع کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں، حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے نہایت استقلال سے جواب دیا کہ ان باتوں کو خدا اور رسول زیادہ جانتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر آئے تو حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے وہی روٹیاں اور سالن سامنے رکھ دیا، خدا کی شان اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعجاز کہ اس مختصر خوراک میں بڑی برکت ہوئی اور سب لوگ کھا کر سیر ہوگئے۔ (تذکرہ صحابیات)

ام سلیم رضی اللہ عنہا کو جنت کی بشارت:

صحیحین کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت میں گیا تو مجھ کو آہٹ معلوم ہوئی، یا فرمایا پیروں کی آہٹ محسوس کی، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو جواب دیا گیا کہ یہ ام سلیم بنت ملحان ہے۔ سبحان اللہ! (بخاری ومسلم)

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت یقینی طور پر معلوم نہیں لیکن اکثر مورخین کے مطابق وہ خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے تک زندہ رہیں، مدینہ منورہ میں وفات پائیں اور بقیع الغرقد میں مدفون ہوئیں۔ (الاستیعاب)

اصلاحی مضامین

کرسمس ڈے کی حقیقت اور اس میں مسلمانوں کی شرکت

از: مولانا مفتی محمد منور قاسمی*

اس دنیا میں مختلف اقسام، طبقے اور مذہب کے لوگ بستے اور رہتے ہیں، اور ہر ایک کے یہاں عید، تہوار اور اجتماعی و مذہبی جشن منانے کا ایک دن اور تاریخ ہوتی ہے، جیسے مسلمانوں کے لیے عید الفطر اور عید الاضحیٰ، ہندوؤں کے لیے دیوالی، دسہرہ وغیرہ، اسی طرح عیسائیوں کے یہاں جشن اور خوشی منانے کے لیے متعدد تہوار منعقد ہوتے ہیں، ان میں سے ایک تہوار کرسمس ڈے ہے۔

کرسمس: دو الفاظ: christ اور mas سے مل کر بنا ہے، christ کا مطلب حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام اور mas کا مطلب مذہبی عبادت و تقریب ہے۔ اور اصطلاح میں اس سے عیسائیوں کا وہ تہوار مراد ہے جو وہ حضرتِ عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کی ولادت و پیدائش کی خوشی کے طور پر مناتے ہیں، اس کو اکثر عیسائی پچیس دسمبر کو مناتے ہیں، جب کہ بعض اسے چھ جنوری کو مناتے ہیں۔ یہاں ایک بات ذہن نشیں کر لیں کہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے متعلق کسی کو صحیح و مستند علم نہیں ہے؛ کیوں کہ اناجیلِ اربعہ: مرقس، یوحنا، متی اور لوقا میں سے اول الذکر دو میں حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے متعلق کوئی تذکرہ ہی نہیں، اور ثانی الذکر دو میں ان کی پیدائش سے متعلق جو باتیں مذکور ہیں ان سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ مذکورہ تاریخ میں حضرتِ عیسیٰ کی ولادت ہی نہیں ہوئی۔ اور مذہبِ اسلام کی طرح عیسائی مذہب میں بھی عیدِ میلاد منانے کی گنجائش نہیں ہے؛ چناں چہ یہی وجہ ہے کہ ابتدائی تین صدیوں تک اس تہوار کا کوئی تصور نہیں تھا؛ بل کہ یہ ۳۳۶ عیسوی کی ایجاد کردہ ہے، جس کو روم کا بادشاہ کانسٹنٹائن نے رومیوں کو عیسائیت سے قریب کرنے کے لیے اس کا آغاز کیا؛ کیوں کہ رومی لوگ بت پرست، سورج پرست اور ستارہ پرست وغیرہ تھے، تو کانسٹنٹائن وغیرہ نے رومیوں کو عیسائی مذہب کی طرف راغب کرنے، اور ان کو عیسائی بنانے کے لیے یہ حربہ اختیار کیا۔ اور اس تاریخ کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ اُس وقت دنیا کی بیشتر قومیں سورج پرست تھیں اور وہ سال میں ایک مرتبہ سورج دیوتا کا دن بھی مناتے

* استاذ ادارہ حسیب المدارس حیدر آباد

تھے، اوراس کے لیے ان کے یہاں پچیس دسمبر کا دن متعین تھا، تو روم کا بادشاہ کانسٹنٹائن وغیرہ نے یہ فیصلہ کیا کہ بت پرستوں کے مقابلے میں ہمارے تہوار کا بھی ایک دن ہونا چاہیے، اوراس کے لیے انہوں نے پچیس دسمبر کو چنا؛ تاکہ بت پرست اسی بہانے عیسائیت کی طرف مائل ہوں۔

بہر حال! مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اس تہوار کا اصل مقصد رومی بت پرستوں کو عیسائیت کی طرف مائل کرنا تھا۔ کرسمس ڈے آغاز میں بہت سادہ انداز میں منایا جاتا تھا؛ لیکن جوں جوں زمانہ ترقی کرتا گیا، اس میں نئی نئی بدعات وخرافات اور بے حیائی کی چیزیں شامل ہوتی گئیں، اوراب صورتِ حال یہ ہے کہ اس میں لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کیے جاتے ہیں، باضابطہ پورے سال کی کمائی جمع کرکے اس دن خرچ کرتے ہیں، شراب نوشی، جوا، زنا، مار پیٹ، قتل وغارت گری اوراس طرح کے بے شمار بے حیائی کے کام، تکلیف دہ اور مضر چیزیں اس تہوار کا حصہ بن چکی ہیں، کتنے ہی رشتے اس دن اجڑتے ہیں، کتنی ہی بیویاں بیوہ یا مطلقہ ہوجاتی ہیں، کتنے ہی گھر اس دن ویران ہوجاتے ہیں الغرض! اب یہ دن برائے تہوار نہیں رہا؛ بل کہ خرافات کو انجام دینے کا دن بن چکا ہے۔ لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ان جیسے خرافات والے غیروں کے تہوار میں بہت سارے مسلمان شرکت کرتے ہیں، بعض تو ایسے ہیں کہ عیسائی لوگ جو تکلفات کرتے ہیں ویسے ہی تکلفات کرتے ہیں؛ حالاں کہ مذہبِ اسلام غیروں کی کسی بھی مذہبی تہوار میں شرکت کی اجازت بالکل نہیں دیتا ہے، اورحضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اسی بات کی طرف رہنمائی کرتا ہے: **من تشبه بقوم فهو منهم** (مشکوۃ شریف، کتاب اللباس، فصل ثانی) ''کہ جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا وہ انھیں میں سے ہوگا''۔ بل کہ جو مسلمان غیروں کے مذہبی تہوار پر ان کو مبارک باد پیش کرتا ہے، ان کے تہوار کو اچھا سمجھتا ہے، اس کے دل میں اس کی کوئی نفرت نہیں ہے تو ایسے مسلمان کو اپنے ایمان کی فکر کرنا چاہیے، ایسے عمل سے توبہ کرنا چاہیے؛ کیوں کہ غیروں کے تہوار میں شرکت گناہِ کبیرہ ہے، اگر کوئی اسے اچھا اور قابلِ تحسین سمجھتا ہے، تو یہ شرکت اس کے کفر کا سبب بن جائے گا؛ چناں چہ حضرت الاستاذ مفتی سلمان صاحب منصور پوری دامت برکاتہم العالیہ کتاب النوازل میں رقم طراز ہیں: " ہندوؤں کی مذہبی تقریبات اور جلوس وغیرہ میں شرکت کرکے ان کی رونق کو بڑھانا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں" (کتاب النوازل ۱۶/۳۴۳) اور ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں: " اگر کوئی مسلمان بلا کسی عذر کے ہندوؤں کے تہوار کو اچھا سمجھتے ہوئے جنم اشٹمی (ہندوؤں کا ایک تہوار) کی تقریب میں شرکت کرتا ہے، تو یقیناً یہ عمل اس کو کفر تک پہونچا دے گا" (کتاب النوازل، ۱۵/۳۳۷)۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کے دلوں میں ان سب چیزوں کی نفرت اور بغض بھر دے، اوراس طرح کے پروگراموں میں شرکت سے محفوظ فرمائے۔ آمین

اصلاحی مضامین

اسلام انسانیت کا سب سے بڑا علم بردار ہے

اسلام کی صحیح تصویر اور غلط فہمیوں کا ازالہ

از: مفتی محمد قاسم اوجھاری

دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ انسانیت کی فلاح و بہبود، عدل وانصاف، مساوات، رحم دلی، اخوت اور امن و سلامتی کا جو پیغام اسلام نے دیا ہے وہ کسی اور مذہب وفلسفہ یا نظام نے نہیں دیا ہے۔ اسلام ایک ایسا ہمہ گیر دین ہے جو انسان کے روحانی، اخلاقی، سماجی اور معاشی تمام پہلوؤں کو محیط ہے۔ اسلام کا اصل مقصد صرف عبادات یا چند مذہبی رسومات تک محدود نہیں بلکہ پوری انسانیت کی فلاح و بہبود، امن، عدل اور حق وانصاف کے قیام سے وابستہ ہے۔ اسلام صرف ایک مذہب نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات اور فطرتِ انسانی سے ہم آہنگ ایک عالمگیر پیغام ہے۔ یہ کوئی نیا دین نہیں بلکہ وہی ازلی اور ابدی سچائی ہے جس کی تعلیم تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے دی اور جسے اس کی آخری اور مکمل صورت میں نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے دنیا تک پہنچایا گیا۔ بدقسمتی سے موجودہ دور میں اسلام کو شدت پسندی، دہشت گردی، انتہا پسندی اور تنگ نظری وغیرہ سے جوڑ کر پیش کیا جا رہا ہے۔ میڈیا اور مغربی مفاد پرست طاقتوں نے اسلام کی وہ شبیہ بنا دی ہے جو اس کی اصل تعلیمات سے یکسر مختلف ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام کی صحیح اور حقیقی روح کو سمجھا جائے اور دنیا کے سامنے اسلام کی اصل روشن اور انسان دوست تصویر پیش کی جائے۔

اسلام کی بنیاد امن وانصاف اور رحم دلی پر ہے

اسلام کا لفظ ہی "سلام" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں امن وسلامتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده۔ (صحیح بخاری) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ یعنی اسلام کا حقیقی ماننے والا وہ شخص ہے جو دوسروں کے لیے امن وسکون کا ذریعہ بنے، نہ کہ خوف ودہشت کا سبب۔ قرآن مجید نے متعدد مقامات پر عدل، رحم، رواداری اور احترامِ انسانیت پر

زور دیا ہے۔ ایک جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء: 107) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ یہ آیت واضح اعلان ہے کہ اسلام کسی خاص قوم و طبقے اور نسل کے لیے نہیں، بلکہ پوری انسانیت کے لیے رحمت اور خیر کا پیغام ہے۔ اسلام نے عدل کو معاشرتی نظام کی بنیاد بنایا ہے۔ قرآن کہتا ہے: اِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى (المائدۃ 8) عدل کرو یہی تقویٰ کے قریب ہے۔ اسلامی تاریخ میں پیغمبر اسلام اور خلفائے راشدین نے عدل و انصاف کی ایسی مثالیں قائم کیں جو رہتی دنیا کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

اسلام اور انسانی مساوات

اسلام نے انسان کو اس کی ذات، نسل، رنگ یا زبان کی بنیاد پر کبھی تقسیم نہیں کیا۔ قرآن نے صاف الفاظ میں کہا: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ۔ (الحجرات: 13) اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ اسلام نے انسان کو محض انسان ہونے کے ناطے عزت بخشی۔ قرآن مجید میں ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (الاسراء 70) ہم نے انسان کو مکرم بنایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی برتری نہیں ہے، سوائے تقویٰ کے۔ (شرح الطحاویۃ 361) یہ وہ عزت ہے جو نہ رنگ و نسل اور قومیت پر منحصر ہے اور نہ کسی طبقاتی برتری پر۔ اسلام نے ہر انسان کو مساوی حقوق دیے ہیں، خواہ وہ امیر ہو یا غریب، مرد ہو یا عورت، عربی ہو یا عجمی۔ یہ وہ تصورِ مساوات ہے جو آج کی جدید دنیا ابھی تک مکمل طور پر نہیں اپنا سکی۔

اسلام اور انسانی حقوق

اسلام نے چودہ سو سال پہلے وہ انسانی حقوق دیے جو آج اقوامِ متحدہ اپنے منشور میں بیان کرتی ہے۔ اسلام نے زندگی کے حق کو بنیادی حیثیت دی۔ قرآن میں ہے: جس نے کسی ایک انسان کو ناحق یا زمین میں فساد مچانے کے لیے قتل کیا گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کیا اور جس نے ایک جان بچائی گویا اس نے پوری انسانیت کو بچا لیا۔ (المائدہ: 32) اسلام نے عورتوں کے حقوق کی ضمانت دی اور عورت کو وہ تمام حقوق عطا کیے جن کا عورت کی فطرت تقاضہ کرتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں بہترین وہ ہے جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور میں تم میں سب سے بہتر ہوں اپنی عورتوں کے حق میں۔ (سنن ابن ماجہ: 1977) اسلام نے

غلاموں کی آزادی، یتیموں کے حقوق، پڑوسیوں کا احترام اور کمزوروں کی حفاظت پر زور دیا۔ اسلام نے غیبت و بہتان اور تحقیر کو سخت گناہ قرار دیا ہے۔ اسلام نے زکوٰۃ، صدقات، وراثت اور تجارت کے احکام کے ذریعے دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنایا ہے۔ اور اسلام نے نہ صرف حقوق کی بات کی بلکہ ان کے عملی نفاذ کے لیے بھی واضح ہدایات دیں۔ مثال کے طور پر زکوٰۃ کا نظام، جو معاشرتی انصاف اور اقتصادی مساوات کا ضامن ہے، دنیا کی کسی بھی جدید فلاحی ریاست (Welfare States) کے نظام سے بہتر اور زیادہ منصفانہ ہے۔

اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ

دہشت گردی اور اسلام: یہ سب سے بڑی غلط فہمی ہے کہ اسلام دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے جنگ کو بھی صرف دفاع کی حد تک جائز قرار دیا ہے۔ قرآن کہتا ہے: اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ۔ (الانفال:61) نبی ﷺ نے جنگ کے دوران بھی دشمن کے معصوم بچوں، عورتوں، بزرگوں اور عبادت گاہوں کو نقصان پہنچانے سے منع فرمایا۔ اسلام نے ظلم کے خلاف جہاد کا حکم ضرور دیا، مگر کسی بے گناہ کے قتل کی اجازت کبھی نہیں دی۔

اسلام کی انسانیت نوازی:

فتح مکہ کے موقع پر نبی علیہ السلام نے دشمنوں کو معاف کر دیا، کوئی انتقام نہیں لیا۔ حضرت بلالؓ غلام سے مؤذن رسول بنے۔ اندلس میں یہودی و عیسائی اور مسلمان صدیوں امن سے رہے۔ یہ مثالیں بتاتی ہیں کہ اسلام امن اور اخوت و محبت کا دین ہے۔

اسلام اور عورت:

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اسلام عورت کو قید کرتا ہے یا اسے کمتر سمجھتا ہے، حالانکہ اسلام نے عورت کو عزت و وقار دیا۔ قرآن میں مرد اور عورت دونوں کو برابر اجر و ثواب کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ (آل عمران:195) اسلام نے عورت کو وراثت، تعلیم، نکاح اور طلاق وغیرہ حقوق دیے۔ جب یورپ میں عورتیں جائیداد کی مالک نہ تھیں حضرت خدیجہؓ بڑی تاجرہ تھیں، حضرت عائشہؓ بڑی عالمہ تھیں۔ قرآن کہتا ہے: مردوں کے لیے ان کی کمائی کا حصہ ہے اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی کا۔ (سورۃ النساء:32) پردہ عورت کا تحفظ ہے، جبر نہیں۔ مغرب میں عورت کو جنس کی چیز بنایا گیا، اسلام نے اسے عزت کی چیز بنایا۔

اسلام اور مذہبی رواداری:

اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ عدل و رحم اور حسنِ سلوک کی تعلیم دی ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: جو کسی ذمی (غیر مسلم شہری) پر ظلم کرے میں قیامت کے دن اس کا مخالف ہوں گا۔ (سنن ابوداؤد) اسلام کے ابتدائی دور میں جب نبی علیہ السلام مدینہ منورہ پہنچے تو یہود و نصاریٰ کے ساتھ میثاقِ مدینہ تشکیل دیا گیا، جو دنیا کا پہلا تحریری آئین تھا، جس میں مذہبی آزادی اور شہری برابری کی ضمانت دی گئی تھی۔ یہ خیال غلط ہے کہ اسلام دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ نہیں کرتا۔ قرآن میں ہے: دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ (البقرہ:256) مسلم حکمرانوں نے ہمیشہ غیر مسلموں کے مذہبی حقوق کا احترام کیا۔ اسلام نے تمام انبیاء اور آسمانی مذاہب کا احترام سکھایا ہے۔ قرآن کہتا ہے: ہم کسی نبی میں فرق نہیں کرتے۔ (البقرہ:285) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلم وفدوں سے عزت و احترام سے پیش آتے، ان کے مذہبی رہنماؤں کو بھی عزت دیتے۔ اس رواداری کی مثال تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ آج اگر دنیا واقعی امن چاہتی ہے تو اسے اسلام کی اسی روح کو اپنانا ہوگا، جو محبت و انصاف اور احترامِ انسانیت پر مبنی ہے۔

اسلام کا پیغام عالمی ہے

اسلام کا پیغام کسی خاص زمانے یا خطے تک محدود نہیں بلکہ یہ عالمی دین ہے۔ قرآن کہتا ہے: یہ قرآن سب جہانوں کے لیے نصیحت ہے۔ (التکویر:27) اسلام نے پوری دنیا کے انسانوں کو ایک خاندان قرار دیا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اور اللہ کے نزدیک سب سے محبوب وہ ہے جو اس کے کنبے کے لیے زیادہ مفید ہو۔ (شعب الایمان للبیہقی 268) اسلام نے انسانوں کے درمیان محبت و بھائی چارہ اور خدمتِ خلق کو ایمان کا حصہ قرار دیا ہے۔ ایک سچے مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ وہ دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہو۔

اسلام اور نئی دنیا

آج کی دنیا سائنس و ٹیکنالوجی اور سرمایہ پرستی کے دور میں داخل ہو چکی ہے، مگر اس کے باوجود انسان روحانی سکون سے محروم ہے۔ جدید تہذیب نے انسان کو مادی اعتبار سے ترقی دی مگر اخلاقی اور انسانی بنیادیں کمزور کر دیں۔ ایسے میں اسلام وہ واحد نظام ہے جو مادیت اور روحانیت، علم اور اخلاق، دنیا اور آخرت کے درمیان توازن پیدا کرتا ہے۔ اسلام جدید دنیا میں بھی مکمل طور پر قابلِ عمل ہے اور رہے گا۔ قرآن و سنت میں انسانیت کے مسائل کا ایسا ہمہ گیر حل موجود ہے جو کسی دوسرے فکر و فلسفہ یا نظام میں نہیں ہے۔ چاہے وہ ماحولیات کا مسئلہ ہو، سماجی انصاف کا مسئلہ ہو یا عالمی امن کا، اسلام ہر میدان میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

الغرض دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ جب انسانیت تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی، جب ظلم و جہالت اور وحشت و بربریت کا دور دورہ تھا، تب ایک نورِ ہدایت آیا جس نے نہ صرف عرب کے صحراؤں کو روشن کیا بلکہ پوری انسانیت کو امن و مساوات اور محبت کا درس دیا، یہ اسلام کا نور تھا۔ اسلام کوئی نئی ایجاد نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانیت کے لیے ابدی پیغام ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام انبیاء کے ذریعے پہنچایا گیا۔ اسلام محض عبادات یا چند عقائد کا مجموعہ نہیں بلکہ انسانیت کا مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اسلام نے انسان کو انسان کی حیثیت سے عزت دی، اس کے حقوق محفوظ کیے، ظلم کے خلاف آواز بلند کی، امن و انصاف کو زندگی کا بنیادی اصول قرار دیا، حتی کہ جانوروں تک کے حقوق محفوظ کیے۔ اسلام نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ پوری انسانیت کے لیے خیر وسلامتی کا پیغام ہے۔

افسوس کہ بعض مغربی ذرائع نے اسلام کو دہشت گردی اور انتہا پسندی وغیرہ سے جوڑ کر اس کے چہرے کو مسخ کیا، مگر قرآن اور نبی علیہ السلام کی سیرت اور تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ اسلام ہی انسانیت کا سب سے بڑا علم بردار ہے۔

دنیا کو آج سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے وہ عدل، رحم، محبت اور انسانی اخوت ہے۔ اور یہ سب صرف اسلام کے دامن میں مل سکتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے: اُدْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً۔ (البقرہ:208) تم سب کے سب اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ یہی امن، یہی انسانیت اور یہی اسلام کا اصل پیغام ہے۔ یہ ایک ایسا عالمی دین ہے جو ہر انسان کے لیے خیر و انصاف اور اخوت و محبت کا علم بردار ہے۔

(بقیہ صفحہ ۶ سے)

عبادت گزار تھیں بس آپ کی اتنی ہی حقیقت تھی اور یہ دونوں (ماں، بیٹے) کھانا کھایا کرتے تھے۔ مطلب یہ کہ ان کے ساتھ انسانی حوائج لگے ہوئے تھے، اسباب مادیہ کے وہ بھی محتاج تھے اور یہ حقیقت ہے کہ جو اسباب کا محتاج ہوتا ہے وہ خدا نہیں بن سکتا کیونکہ حوائج انسانی اور احتیاج اسباب یہ منافی الوھیت ہے۔

عیسائیت (کرسچین) اور ان کے عقائد باطلہ، کفر یہ دور حاضر میں ایک ایسا جرثومہ اور ناسور بن چکے ہیں جو غریب، ناخواندہ مسلمانوں کے دین وایمان کے لیے سم قاتل ہیں، روشن خیالی اور ترقی کے نام پر اپنے عقائد کو عالمی تہذیب کا حصہ دکھا کر پیش کیا جا رہا ہے جو ہمارے ایمان کے لیے مہلک، ہمارے اخلاق کے لیے مخرب ثابت ہو رہے ہیں۔ الامان الحفیظ۔

شعور و آگہی

اُمید (UMEED) پورٹل پر وقف املاک کو کیسے رجسٹر کریں

از: مولانا سید معوّذ احمد اشرفی*

اُمید (UMEED) یونیفائیڈ وقف مینجمنٹ، ایمپاورمنٹ، ایفیشنسی، اینڈ ڈیولپمنٹ پورٹل ایک مرکزی ڈیجیٹل پلیٹ فارم ہے جسے اقلیتی امور کی وزارت نے قائم کیا ہے۔ یہ شہریوں کو وقف جائیداد کی معلومات کا انتظام کرنے، وقف کی تفصیلات درج کرنے، نئے وقف کو رجسٹر کرنے اور اکاؤنٹس کو برقرار رکھنے کی سہولت آن لائن فراہم کرنے کے لیے بنایا گیا ہے۔

زیرِ نظر مضمون شہریوں کے لیے پورٹل پر جانے، وقف کی املاک کے آن لائن رجسٹریشن کے عمل کو مکمل کرنے، اور وقف سے متعلق تمام ضروری فارم بشمول جائیداد کی تفصیلات حدود اور دیگر متعلقہ معلومات جمع کرنے کے لیے ایک مرحلہ وار مضمون فراہم کرتا ہے۔

پورٹل تک رسائی اور درخواست گذار کا رجسٹریشن

اُمید (UMEED) سینٹرل پورٹل کی ویب سائٹ (https://umeed.minorityaffairs.gov.in) پر جائیں۔ پیج پر، REGISTER / SIGN-IN (رجسٹر/ سائن ان) کے بٹن پر کلک کریں۔ سائن اِن پر کلک کرنے پر برآمد صفحہ پر، نیا درخواست گذار "New User Register Here (نیا درخواست گذار؟ یہاں رجسٹر کریں) کے لنک پر کلک کرے۔ درخواست گذار کے رجسٹریشن فارم کو پر کرنے کے لیے رجسٹریشن فارم میں درخواست گذار کو رہائشی، پیشہ ورانہ اور تعلیمی تفصیلات کے ساتھ ساتھ شناختی ثبوت اور ایک تصویر فراہم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ سرخ ستارہ (*) سے نشان زد تمام سوالات کے جوابات لکھنا لازمی ہے۔ اور جہاں جہاں کیپچا (Captcha) ہو، اس کو درست طریقہ پر لکھنا ضروری ہے۔

1. پہلا مرحلہ۔ زمرہ اور تقرری کی تفصیلات کا اندراج:

* متعلم یونیورسٹی کالج آف لاء۔ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد۔

درخواست گذار کا زمرہ: درخواست گذار اپنا کردار منتخب کرے۔ آپشنز (Options) میں متوّلی، واقف بطورِ متوّلی ، نائب متولی، خادم، مجاور، سجادہ نشین، امین، وقف بورڈ، مینجمنٹ کمیٹی، ایگزیکٹو آفیسر، کارپوریشن، وصول کنندہ، یا ایڈمنسٹریٹر شامل ہیں، ان میں سے مناسب اور درست آپشن کا انتخاب کریں۔

مقرر کنندہ کی تعیین: اس اتھارٹی کو منتخب کریں جس نے آپ کو درج کردہ ذمہ داری پر مقرر کیا ہو، جیسے کہ " وقف بورڈ، موروثیت ، ڈیڈ (Deed) یا کوئی دوسرا معاہدہ وغیرہ۔

2. دوسرا مرحلہ- درخواست گذار کی تفصیلات کا اندراج

درخواست گذار کا پہلا ، درمیانیا ور آخری نام، اس کے والد یا شوہر کا نام، تاریخ پیدائش (عمر کم از کم 21 سال ہونا ضروری ہے)، جنس، شہریت، موبائل نمبر (10 ہندسوں والا ہندوستانی موبائل نمبر)، ای میل ایڈریس، مذہب (جیسے مسلم، ہندو، عیسائی وغیرہ)، فرقہ (مثلاً سنی، شیعہ، بوہرہ، آغاخانی)، تعلیمی قابلیت (اعلیٰ ترین تعلیمی سطح جیسے گریجویشن، پوسٹ گریجویشن، مفتی، عالم، حافظ، قاری، قاضی وغیرہ)، ملازمت کی حیثیت (اپنی موجودہ حیثیت جیسے بے روزگار، سرکاری ملازم ، غیر سرکاری ملازم وغیرہ)۔ ان تمام معلومات کا اندراج یا انتخاب کریں۔ موبائل نمبر اور ای میل ایڈریس لکھنے کے بعد Send OTP (او ٹی پی بھیجیے) پر کلک کریں، دونوں پر او ٹی پی موصول ہونے پر، درست او ٹی پی درج کر کے Verify OTP (او ٹی پی کی تصدیق کیجیے) کے بٹن پر کلک کریں۔

3. تیسرا مرحلہ- درخواست گذار کے پتہ کا اندراج

درخواست گذار کی ریاست، ضلع، تحصیل یا تعلقہ اور گاؤں منتخب کریں۔ اس کے علاقہ کا پن کوڈ (PIN Code) اور ایڈریس لائن (نمبر) ایک درج کریں۔ ایڈریس لائن نمبر 2 اور 3 کو پر کرنا اختیاری ہے، یعنی اگر ضرورت ہو تو پر کریں۔

4. چوتھا مرحلہ- دستاویزات کو جمع کروانا

شناختی ثبوت (ID Proof): درخواست گذار کا شناختی ثبوت (ID Proof) جیسے پین کارڈ (PAN Card) نمبر، آدھار کارڈ، ووٹر آئی ڈی، ڈرائیونگ لائسنس وغیرہ دستاویزات اپ لوڈ کریں اس کے لیے منتخب کردہ شناختی ثبوت کی اسکین شدہ کاپی صرف پی ڈی ایف (PDF) فارمیٹ میں ہونا چاہیے، اور فائل کا زیادہ سے زیادہ سائز 10 ایم بی (MB10) ہونا چاہیے۔

ایڈریس پروف (Address Proof): درخواست کے ایڈریس پروف کی قسم منتخب کریں (جیسے آدھار کارڈ، پانی کا بل، بجلی کا بل، کرایہ کا معاہدہ، بینک اکاؤنٹ پاس بک)۔ایڈریس پروف کی اسکین شدہ پی ڈی ایف اپ لوڈ کریں۔ فارمیٹ صرف پی ڈی ایف ہونا چاہیے، اور فائل کا سائز زیادہ سے زیادہ 10 ایم بی ہو۔

درخواست گذار کی تصویر: درخواست گذار کی تصویر اپ لوڈ کرنا ایک اختیاری عمل ہے جب تک کہ ضروری ہونے کی وضاحت نہ کردی جائے۔ یہ تصویر PNG،JPEG ، یا JPG فائل فارمیٹ میں ہونی چاہیے، اور زیادہ سے زیادہ سائز 2 ایم بی ہونا چاہیے۔

دستاویزات اپ لوڈ کرنا: وقف ڈیڈ (Waqf Deed)، وقف بورڈ آرڈر (Waqf Board Order) یا اپنا آفیشیل اپائنٹمنٹ لیٹر (Official Appointment Letter) پی ڈی ایف فارمیٹ میں ہونا ضروری ہے اور سائز 10 ایم بی سے زیادہ نہ ہو۔

5. پانچواں مرحلہ- حتمی جمع کروانا

تمام درج کردہ اور منتخب کردہ معلومات کو اچھی طرح جانچ لیں۔اس کے بعد Submit (جمع کروائیں) کے بٹن پر کلک کریں۔اس کے بعد Registration Confirmation (رجسٹریشن کی تصدیق) کے عنوان سے ایک پاپ اپ (Pop-up) نمودار ہوگا، اس میں proceed,Yes (ہاں، آگے بڑھیں) کا بٹن ہوگا، اس پر کلک کریں۔

وقف کا اندراج

رجسٹریشن کی تکمیل کے بعد، آپ وقف اور اس سے متعلق جائیدادوں کے اندراج کا عمل شروع کرنے کے لیے لاگ اِن (Login) کر سکتے ہیں۔

1. لاگ اِن کا عمل:

لاگ اِن صفحہ پر، اپنا رجسٹرڈ شدہ موبائل نمبر درج کریں، او ٹی پیجا صل کریں اور اپنے موبائل پر موصول ہونے والا OTP درج کریں۔ کیپچا درج کرنے کے بعد لاگ اِن کے بٹن پر کلک کریں۔

2. نئے وقف کا اندراج:

لاگ ان کرنے کے بعد، آپ کو ڈیش بورڈ پر بھیج دیا جائے گا، Waqf Details (وقف کی تفصیلات)

کے صفحہ پر،Add Existing waqf(موجودہ وقف کوشامل کریں) کے حصہ میں+ کے بٹن پر کلک کریں۔

وقف کے اندراج کا طریقۂ کار

1. اوقاف رجسٹرنمبر کا اندراج: اس جگہ کم از کم 4 ہندسے درج کیے جائیں۔مثال کے طور پر، اگرنمبر ایک(1) ہےتو ایک سے پہلے تین صفر داخل کرکے 0001 درج کریں۔

2. بنیادی معلومات کا اندراج: بنیادی معلومات جیسے وقف کا نام، وقف کی قسم، استعمال کی قسم، جائیداد کی نوعیت اور وقف کا طریقہ منتخب کریں۔

3. تاریخوں کا اندراج: وقف کرنے کی تاریخ اور بطورِ وقف رجسٹریشن کی تاریخ فراہم کریں۔

4. وقف ڈیڈ کو جمع کروانا: وقف ڈیڈ یعنی وقف نامہ کی تفصیلا تکے لیے Yes(ہاں) یاNo(نہیں) کے آپشن کو منتخب کریں۔اگر Yes کے آپشن کو منتخب کیا گیا تو دستاویز کو اپ لوڈ کرنے کے لیے ایک جگہ ظاہر ہوگی، وہاں پر اس دستاویز کی اسکین شدہ کاپی اپ لوڈ کریں۔

5. وقف کے رقبہ کی تفصیلات کا اندراج: زمین کی پیمائش کی اکائی، مثلاً، ایکڑ، مربع فٹ وغیرہ منتخب کریں۔وقف کرنے کے وقت وقف ڈیڈ میں بیان کردہ رقبہ، رجسٹریشن کے وقت وقف ڈیڈ میں بیان کردہ رقبہ اور موجودہ رقبہ کا اندراج کریں۔

اوقافی جائیداد پر غیر مجاز قبضوں کی تفصیلات کا اندراج:

1. کیا وقف تجاوزات کے تحت ہے؟" ہاں" یا"نہیں" کا آپشن منتخب کریں۔

2. اگر" ہاں" کو منتخب کیا ہے، تو آپ کو غیر مجاز قبضہ کی قسم، غیر مجاز قبضہ کردہ زمین کا رقبہ، پیمائش کی اکائی، جیسے مربع میٹر یا فیٹ وغیرہ قبضہ کرنے والے کا نام، اس کا مذہب قبضہ کی کارروائی وغیرہ تفصیلات کا اندراج ضروری ہے۔

اوقافی زمین کا پتہ

1. اوقافی زمین کا مکمل پتہ بشمول ریاست، ضلع، تحصیل/تعلقہ، گاؤں، پن کوڈ، مکان نمبر یا پلاٹ نمبر درج کریں۔

2. Khasra/Khatauni/Khewat No.)خسرہ/کھاتونی/کھیوٹ نمبر) کا اندارج کریں۔متعدد نمبرز شامل کرنے کے لیے" +" کے نشان پر کلک کر سکتے ہیں۔

3. Khata No.(کھاتا نمبر)Patta No.(پٹہ نمبر)، وارڈ نمبر، سڑک کا نام، گلی کا نام، اور قریب ترین لینڈ مارک کا بھی اندراج کریں۔

واقف کی تفصیلات کا اندراج:

1. واقف کا مکمل نام یعنی پہلا، درمیانی، آخری نام، اس کا مذہب، مکمل پتہ فراہم کریں۔

2. وقف جائیداد کا رقبہ، حدود (شمال، جنوب، مشرق، مغرب) اور وقف کی تخمینی مارکیٹ ویلیو درج کریں۔

3. اس بات کی نشاندہی کریں کہ آیا ULPIN نمبر دستیاب ہے اور اگر "ہاں" منتخب کیا گیا ہے تو اسے فراہم کریں۔

وقف کی زمین پر لیز یا کرایہ داری کی تفصیلات:

منتخب کریں کہ کیا پراپرٹی لیز پر یا کرائے پر دی گئی ہے۔اگر دی گئی ہے تو لیز پر لینے والے کرایہ دار والے کا نام، پتہ، لیز کی میعاد، پراپرٹی کی حیثیت، ماہانہ ادا شدنی کرایہ، تخمینی مارکیٹ ویلیو اور پراپرٹی کا سرکل ریٹ (Circle Rate) فراہم کریں۔

اوقافی جائیداد سے آمدنی کی تفصیلات:

1. معاشی سال منتخب کریں اور تمام ذرائع سے وقف کی مجموعی سالانہ آمدنی درج کریں۔تمام قابل اطلاق اخراجات کی اقسام (جیسے ادا شدہ لینڈ ریونیو متولی کی تنخواہ) کا انتخاب کریں۔ ہر ایک کے لیے، "خرچ کی قیمت" درج کریں اور ایک ثبوت کے لیے دستاویز۔جیسے رسید وغیرہ۔ اپ لوڈ کریں۔

2. کل اخراجات، خالص آمدنی، اور سالانہ شراکت (Annual Contribution)۔جو کہ نیٹ انکم (Net Income) کا 7٪ ہے۔کا خودکار طریقہ سے حساب کیا جائے گا۔

3. "وقف بورڈ کو ادا کی گئی سالانہ رقم درج کریں۔

4. "اس بات کا جواب ہاں" یا "نہیں" میں منتخب کرین کہ آیا سالانہ اکاؤنٹس اور سالانہ آڈٹ مکمل ہو گئے ہیں، اور اگر قابل اطلاق ہو تو آڈٹ رپورٹ اپ لوڈ کریں۔

سرکاری زمین سے متعلق معلومات

ان تین سوالات کا "ہاں" یا "نہیں" میں جواب دیں۔الف۔آیا جائیداد سرکاری اراضی ہے؟۔ب۔

کیا یہ ایک محفوظ یادگار ہے؟۔ج۔کیا یہ جائیداد شیڈ ولڈ ٹرائب کے ممبروں سے تعلق رکھتی ہے؟۔

قانونی چارہ جوئی کی تفصیلات

1. کیا جائیداد قانونی چارہ جوئی کے تحت ہے؟ ہاں" یا" نہیں" کو منتخب کر کے اس کا جواب درج کریں۔

2. اگر" ہاں" کا جواب منتخب کیا ہو، تو وسیع تفصیلات بشمول قانونی چارہ جوئی کی عدالتی اتھارٹی، مقدمہ کی نوعیت، متعلقہ فریق کا نام، مقدمہ کی موجودہ حیثیت، دائر کرنے کی تاریخ، اور کسی بھی فیصلہ یا اپیل کی تفصیلات فراہم کریں۔

لینڈ ریونیو ریکارڈز (Land Revenue Records) سے متعلق تفصیلات کا اندراج:

لینڈ ریونیو ریکارڈ کے اندراجات کے مطابق جائیداد کا مکمل پتہ، خسرہ/ کھاتونی/ کھیوٹ نمبر، پیمائش کی اکائی، رقبہ اور حدود (شمال، جنوب، مشرق، مغرب) وغیرہ درج کریں اور اس کے بعد لینڈ ریونیو ریکارڈ کی دستاویز اپلوڈ کریں۔

سروے (Survey) اور فیلڈ سروے (Field Survey) کی تفصیلات کا اندراج:

1. جائیداد کی تصاویر اپلوڈ کریں۔

2. کیا اوقاف کا سروے مکمل ہوا؟ اس کا جواب منتخب کریں۔ اگر فیلڈ سروے کیا گیا ہے تو، فیلڈ سروے نمبر، فیلڈ سروے کی تاریخ، وقف کی قسم اور سروے سے متعلق تمام پتہ اور زمینی ریکارڈ کی تفصیلات (خسرہ/ کھاتونی/ کھیوٹ نمبر، رقبہ، وغیرہ فراہم کریں۔

حدود، گزٹ (Gazette) اور میوٹیشن سے متعلق معلومات:

وقف املاک کی حدودِ اربعہ (شمال، جنوب، مشرق، مغرب) کا اندراج کریں۔ پھر گزٹ نوٹیفکیشن کی اشاعت اور ریونیو ریکارڈ میں املاک کی تبدیلی سے متعلق سوال کا" ہاں" یا" نہیں" میں جواب منتخب کریں۔ اس کے بعد Next کا بٹن کلک کریں۔

جمع کرانا (Submission) اور جائیدادوں کو شامل کرنا

1. Next کے بٹن پر کلک کرنے پر تصدیقی سوال پوچھے جائیں گے کہ" کیا آپ کو یقین ہے؟" کیا آپ یہ تفصیلات محفوظ کرنا چاہتے ہیں؟" Proceed, Yes (ہاں، آگے بڑھیں) کے بٹن پر کلک کریں۔ دوسرا سوال ابھرے گا کہ" کیا آپ موجودہ وقف میں مزید پراپرٹیز شامل کرنا چاہتے ہیں؟"۔ جواب ہاں میں دیں

اور وقف املاک کے اندراج کے فارم پر جائیں۔

2. اس فارم میں معلومات کے اندراج کا طریقہ کار تقریباً وہی ہے جو ابھی اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ ایک سے زیادہ جائیداد شامل کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

3. اس کے بعد مناسب آپشن منتخب کر کے فارم کو حتمی طور پر جمع کروا دیں۔

اہم سوالات کے جوابات:

فارم کو حتمی طور پر جمع کروانے کے بعد مندرجہ ذیل سوالات کا "ہاں" یا "نہیں" میں جوابات درج کریں۔ ان سوالات کے جوابات پر اہلیت کا انحصار ہے۔

1. کیا آپ کو وقف ایکٹ کی دفعہ 61 کے تحت قابل سزا جرم کے لیے ایک سے زیادہ مرتبہ سزا سنائی گئی ہے؟

2. کیا آپ کو اعتماد کی مجرمانہ خلاف ورزی یا اخلاقی پستی کے کسی جرم میں سزا سنائی گئی ہے؟

3. کیا آپ وقف کی طرف سے، یا اس کے خلاف، تنخواہ دار قانونی پریکٹیشنر کے طور پر ملازم ہیں؟

4. کیا آپ مسلسل دو سالوں سے باقاعدہ اکاؤنٹس برقرار رکھنے میں ناکام رہے ہیں؟

5. کیا آپ کو کسی وقف املاک پر قبضہ کا قصوروار ٹھہرایا گیا ہے؟

6. کیا آپ کو کسی سابقہ موقع پر متولی کی حیثیت سے ہٹا دیا گیا ہے؟

7. کیا آپ کو کسی مجاز عدالت کے حکم سے بد انتظام یا بدعنوانی کی وجہ سے ہٹایا گیا ہے؟

8. کیا آپ UAPA کے تحت کسی غیر قانونی تنظیم کا حصہ ہیں؟

تصدیقِ اندراجات کا اعلان اور حتمی طور پر جمع کروانا (Final Submission)

اندراجات کی تصدیق کے اعلان کے لیے چیک باکس پر کلک کریں، جس میں یہ درج رہتا ہے کہ "میں اعلان کرتا ہوں کہ اس دستاویز میں فراہم کردہ تمام معلومات صحیح اور درست ہیں"۔ اس کے بعد Submit (جمع کروائیں) کے بٹن پر کلک کریں۔ اس کے بعد جو آپشن نمودار ہوگا، اس میں Proceed,Yes پر کلک کریں، اس عمل کی تکمیل کے بعد ڈیش بورڈ پر بھیج دیا جائے گا، جہاں جمع کروائے گئے دستاویزات کی فہرست ہوگی۔

اس طرح امید سینٹرل پورٹل پر وقف سے متعلق اندراج کا عمل تام ہوگا۔

امید پورٹل پر اندراجات کو مزید تفصیل کے ساتھ سمجھنے کے لیے یوزر مینول () کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ یوزر مینول کے لیے اس لنک پر وزٹ کریں۔

https//:umeed.minorityaffairs.gov.in/admin/rules-pdf/WAQF-User-Manual.pdf

تابندہ نقوش

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

شان مجددیت، خدمات اور حیات وفات

از: مولانا محمد غیاث الدین بجنوری*

سرزمین ہند کا مشہور خطہ اتر پردیش علماء صلحاء مبلغین واعظین واہلیان علم کا علاقہ ہے، یہاں کے علم دوست اور مردم ساز لوگوں نے علم وفن کے ہر میدان میں ان مٹ ثبوت نقش کئے، بطور خاص دعوت وتبلیغ کے میدان میں یہ خطہ اپنی امتیازی شان رکھتا ہے، اس میدان میں علماء نے زبردست خدمات انجام دیں، جن کی طویل فہرست ہے اس فہرست کی ایک سنہری کڑی فکر دیوبند کے عظیم شارح، علم حدیث کے اتھاہ سمندر کے غوطہ خور، معقولات کی باریکیوں اور دقائق کے عارف کامل، منقولات کے سمندر، تمام علوم وفنون میں یکتائے زمانہ، علم و عمل کے وسیع میدان کے شہسوار، قدوۃ العلماء، افقہ الفقہاء، اکمل العرفاء، اشرف العلماء، میدانِ طریقت اور خانقاہ تصوف کے جنید وشبلی، تواضع اور فنائیت کے مجسم، فقہ حنفی کے مضبوط مقلد، خواجگانِ چشت کے روشن چراغ، اعلیٰ کمالات وبرکات سے آراستہ، درویشانہ زندگی کے نمونۂ کامل، ہزار ہا انسانوں کے مرشد ومربی، عالم ربّانی اور عاشق صادق (تھانہ بھون ضلع مظفر نگر یوپی، آمد ۱۲۸۰ھ۔ وفات ۱۳۶۲) جو اپنے داعیانہ مزاج، نیک نفسی اور اخلاص وللّٰہیت کی وجہ سے عوام وخواص میں مقبول تھے، آپ سے اللہ تعالیٰ نے دین کے ہر شعبہ میں ایسی عظیم خدمات لیں جنکی نظیر گزشتہ کئی صدیوں میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی، مسلمانوں کی دینی ضروریات کا شاید ہی کوئی موضوع ایسا ہو جس پر حضرت تھانوی ؒ کا مفصل یا مختصر کام موجود نہ ہو، حضرتؒ کی تمام تصانیف، مواعظ اور ملفوظات اپنے دور کی دینی ضروریات پر مشتمل ہیں، اللہ تعالیٰ نے چودھویں صدی میں ان سے تجدید دین کا عظیم الشان کام لیا اور یہ کام وہی شخص کرسکتا ہے جس پر قرآن وسنت اور ماخذ شریعت کا پختہ رنگ چڑھا ہو۔

آپ نسباً فاروقی، مسلکاً صابری وچشتی تھے، اور حضرت حاجی محمد امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ ارشد تھے، ان تمام اوصاف کا شاہد وناطق ان کا دین متین کا تحریری وتقریری اصلاحی اور تجدیدی کارنامہ تبلیغ اشاعت دین ہے، جواُن کی حیات ہی میں مسلمانوں کے ہر طبقہ خواص وعوام میں اپنی جامعیت ونافعیت کی بناء پر مقبول ہوکر ملک کے گوشے گوشے میں پھیلا، آپ کی ذات مجموعہ کمالات اور جامع انواع وفضائل کی شہادت آپ کے آثار علمیہ

* سابق خادم جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

سے ملتی ہے، لیکن ان سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے اپنے کمالات کو فن تصوف کی اصلاح میں صرف فرمایا۔

آپ کی تعلیم وتربیت ،تصنیف وتالیف ،وعظ وتبلیغ کی بدولت عقائد حقہ کی تبلیغ ہوئی ،مسائل صحیحہ کی اشاعت عمل میں آئی، رسوم وبدعات کا قلع قمع ہوا، سنن نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احیاء ہوا، غافل چونکے،سوتے جاگے، بھولوں کو یاد آئی، تعلق مع اللہ کا ماحول گرمایا،اور وہ فن جو جوہر سے خالی ہوچکا تھا شبلیؒ وجنیدؒ بسطامیؒ وجیلانی، سہروردیؒ اور سرہندیؒ بزرگوں کے خزانے سے معمور ہوگیا، آپ کے تجدیدی کارنامے اور اصلاحی خدمات پر روشنی ڈالنے کے لئے ایک دفتر بھی ناکافی ہے۔علم وعمل ،تدبر وحکمت ،تفقہ وتقویٰ ، دینی، ملی، علمی ،خانقاہی اور تعلیم وارشاد کے میدان میں آپ کی ایسی لازوال اور عدیم الفطرت خدمات ہیں کہ اس مختصر تحریر میں ان کا اجمالی تعارف بھی بہت مشکل ہے۔ حضرت تھانویؒ جیسی شخصیت مدتوں میں پیدا ہوتی ہیں، لیکن ان کے کردار وعمل ،خلوص واستقامت اور زہد وتقویٰ کے روشن کئے ہوئے چراغ صدیوں تک آنے والی نسلوں کو منزل کا پتہ دیتے رہیں گے۔اس لئے حضرت تھانویؒ کے متعلق یہ سطور تحریر کرنے سے پہلے آثم راقم الحروف سوچ رہا تھا کہ

بیان بھی ہوسکے گا تجھ سے حسن یار کا
عالم تو دیکھ اپنے دل بے قرار کا

حقیقت یہ ہے کہ جن حضرات کے علم وعرفان اور تقویٰ وتفقہ کی شہرت چہاردانگ عالم میں ہے۔ان میں حضرت تھانویؒ کا مقام سب سے نمایاں اور منفرد ہے۔

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

حضرت تھانویؒ کی پیہم جدوجہد

آپ کا ذکر کرتے ہوئے خوف سا محسوس ہوتا ہے کہ ایک ذرہ آفتاب کے بارے میں کیا کہے، اور ٹمٹماتا ہوا چراغ سورج کا سامنا کیسے کرے ،ہم جیسے عامیوں کا یہ منھ نہیں کہ آپ کے مقام ومرتبے کو بیان کرسکے، اپنی حیثیت تو اس بڑھیا کی سی ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنے کے لئے سوت کی اٹی لیکر آئی تھی۔اس طرح امید ہے کہ کم ازکم حضرت کے نام لیواؤں میں ہمارا نام تو شمار ہوہی جائے گا۔

حضرت تھانویؒ کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات علم وحکمت کی دربیش بہا ہوا کرتی تھی،اس لئے آپ کے مواعظ وملفوظات کی جس قدر اشاعت ہوئی ہے، ماضی قریب میں یہ مقبولت کسی کو حاصل نہیں ہوئی، آپؒ کو اللہ تعالیٰ نے علوم ومعارف کا گنجہائے گرانمایہ عطا فرمایا تھا،آپؒ کی تحریرات کی طرح آپؒ کے ملفوظات و

مکتوبات بھی انتہائی معنیٰ خیز اور علوم و معارف سے لبریز ہیں۔ اور یہ ملفوظات و مکتوبات نہ صرف وقتی ضرورت اور تقاضے پورے کرتے ہیں۔ بلکہ ہر دور میں ان کی اہمیت اور افادیت مسلم ہے۔ اسی لئے حضرت تھانویؒ کے ملفوظات کو جمع کرنے کا حد درجہ اہتمام کیا گیا، حضرت تھانویؒ ہمارے بزرگوں میں سب سے زیادہ کثیر التصانیف ہیں، بلکہ تاریخ اسلام کے چند ممتاز ترین کثیر التصانیف مصنفین کی مختصر سے مختصر فہرست بنائی جائے تو اس میں حضرت تھانویؒ کا نام ضرور شامل ہوگا، پھر آپؒ کا امتیاز، تصانیف کی تعداد کمیت ہی نہیں بلکہ کیفیت کے بارے میں بھی ہے، حضرت تھانویؒ کی زندگی اور آپ کے ملفوظات و مواعظ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ ہمارے معاشرے میں جو برائیاں پید ہوگئی ہیں ان کے سد باب کی جانب حضرت تھانویؒ نے پیہم جدوجہد کی، حکیم الاسلام مولانا قاری طیب صاحبؒ ''مثالی شخصیات'' میں فرماتے ہیں ''حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اپنے فیض علمی و روحانی سے ایک عالم کو مستفید کیا۔ لاکھوں گمراہ انسانوں کو دیندار اور پرہیزگار بنایا، سلوک و تصوف کے ذریعہ عقائد و اعمال کی ایسی اصلاح کی کہ حیرانی ہوتی ہے۔''

گزشتہ صدی میں کسی بھی شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد ان سے بے نیاز نہیں رہے، ہندوستان کے دو بڑے تعلیمی ادارے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اکثر و بیشتر عمائدین حکیم الامت حضرت تھانویؒ اور دوسرے جن اکابرین دیوبند سے مستفیض ہوئے ان میں سید سلیمان ندویؒ، مولانا عبدالباری ندویؒ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

حضرت تھانویؒ کی تعداد تصانیف

جماعت دیوبند کے ایک ممتاز فقیہ و عالم دین و معروف دانشور اور مصنف مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی مدظلہ (مقیم لندن) اپنے ایک مضمون میں مولانا تھانویؒ کی تعداد تصانیف سے متعلق رقم طراز ہیں (اشرف السوانح جو حضرت تھانویؒ کی سب سے مستند سوانح ہے) میں خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے حضرتؒ کی تصنیفات اور مواعظ کی تعداد ۶۶۶ لکھی ہے اور ان کی پوری فہرست درج فرمائی ہے (ملاحظہ ہو: اشرف السوانح حصہ سوم: ۳۴۵ تا ۳۵۹) وہ فہرست حضرت تھانویؒ کی حیات تک کی ہے، اس کے بعد بھی کچھ اضافہ ہوا ہوگا، لیکن تمام سوانح نگاروں کے مطابق تصنیفات ''مجموعہ مواعظ''، ''مجموعہ ملفوظات'' اور ''مجموعہ مکتوبات'' سب کی تعداد ملا کر ایک ہزار کے اندر ہے، بعض حضرات کا ایک ہزار کتابوں کا حضرت تھانویؒ کی طرف منسوب کرنا تسامح ہے جس کا ازالہ کیا جانا چاہئے۔ (ماخوز الفرقان ماہ دسمبر صفحہ ۴۳) سید سلیمان ندویؒ کے قول کے مطابق بھی حضرت تھانویؒ نے اپنی تصنیفات جن کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہیں، اپنے بعد اپنی یادگار چھوڑیں، ان میں چھ سو کے قریب مواعظ ہیں ان

تصنیفات میں سب سے بڑی کتاب تفسیر بیان القرآن ہے ،اس کے بعد فقہ میں فتاویٰ امدادیہ کی جلدیں ہیں۔سب سے مشہور کتاب 'بہشتی زیور' ہے جس کا فائدہ عام ہوا،ان کے علاوہ تصحیح عقائد،ردّ بدعات،اور مسائل تصوف میں کثیر تالیفات ہیں۔جس کسی کو حضرت تھانویؒ کے تصنیفی کمالات کا علم ہوتا ہے،تو وہ یہ پوچھتا ہے کہ جس شخص نے اتنی کتابیں لکھی ہوں اس نے خود لاکھوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہوگا،ان کے مطالعہ واستفادہ اخذ واستنباط اور اوقات میں برکات کا طریق کار کیا ہوگا،میرے ذہن میں بار بار یہ سوال بن کر سامنے آتا رہا،مگر ایک دن دوران مطالعہ یہ عقدہ بھی حل ہوگیا،جس میں مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ ''مجھے زیادہ کتب بینی کا شوق نہیں ہوا،کیونکہ نفس علم کو مقصود نہیں سمجھا،علم کے لئے جتنے علم کی ضرورت ہے،اس میں اپنے بزرگوں پر مکمل اعتماد وانقیاد تھا،جو کچھ کتاب وسنت کی تعبیر میں انہوں نے فرمایا تھا،اس پر دل مطمئن تھا،اور جب تصنیفات کا ذکر آیا،تو عرض کیا گیا،کہ آپ کی جب اتنی تصنیفات ہیں تو ان کے لئے آپ نے ہزاروں کتابیں بھی دیکھی ہوں گی، تو حضرت تھانویؒ نے ارشاد فرمایا''چند کتابیں ضرور دیکھی ہیں،جن کے نام یہ ہیں،(۱)حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ (۲)حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ (۳)حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ان کتابوں نے مجھے سب کتابوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی محیر العقول خدمات

حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ کی کیا عجیب شان رہی ہے،اللہ تعالیٰ نے مسلمانان برصغیر پر خاص نظر رحمت فرمائی کہ انہیں حضرت تھانویؒ جیسی جامع الکمالات علمی وروحانی شخصیت سے فیض اٹھانے کا موقع دیا۔علم ظاہری کی طرف جائیں تو کونسا فن ہے،جس میں آپ کا تحقیقی کام نہیں،اور علم باطن کی جانب نگاہ دوڑائیں تو اصلاح وارشاد اور تربیت وتزکیہ کی کون سی جہت ہے،جس میں حضرتؒ کی خدمات صدقہ جاریہ کے طور پر چہار سو پھیلی نظر نہیں آتی ؟تفسیر وحدیث ہو یا فقہ وفتاویٰ،سیرت طیبہ کا دل گداز موضوع ہو یا منطق وفلسفہ کی سنگلاخ زمین،کوئی فن ایسا نہیں جس میں آپ کے عبقری الصفت قلم نے وقیع نگارشات یادگار نہ چھوڑی ہو،ان بلند پایہ علمی کاموں کی کثرت اور تنوع کو دیکھ کر آپ کو مجدد ملت کا خطاب دیا گیا،اور یہ بھی کہا گیا کہ اگر آپ کے علمی کاموں کو آپ کی زندگی کے برابر کے دنوں پر تقسیم کیا جائے تو فی دن کئی صفحات بنتے ہیں۔

بہشتی زیور ایک لازوال شاہکار

مذکورہ تمام تبصرے بجا طور پر درست اور برمحل ہیں،لیکن بہشتی زیور کی شکل میں جو تحفہ آپ نے عوام الناس کو دیا،وہ بلاشبہ ایک منفرد شاہکار اور لازوال یادگار رہے،علماء ہوں یا عوام،سات پردوں میں رہنے والی گھریلو

خواتین ہوں یا جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے روشن خیال حضرات۔۔۔سب کے سب اس سے یکساں طور پر مستفید ہوتے رہے ہیں۔اوراس کتاب نے گھرداری کے اصولوں اور گھریلو چٹکلوں سے لیکر پیچیدہ دینی مسائل میں محقق اور مستند اقوال تک راہنمائی میں وہ بے مثال کردار ادا کیا ہے کہ اگر پوچھا جائے؛ وہ کونسی کتاب ہے؟ جس نے گزشتہ صدی میں اردوخواں طبقہ کوسب سے زیادہ متاثر کیا؟ تو جواب ملے گا''بہشتی زیور''،ایک زمانہ ایسا تھا کہ کوئی مسئلہ دیکھنا ہو یا تعویذ دینا ہوتا تو بہشتی زیور ہی پہلا اور آخری مرجع ہوتا تھا،یعنی بہشتی زیور متعدد المقاصد کتاب تھی،اورکسی زمانے میں قرآن کریم کے بعداسی کا مقام ومنصب تھا،برصغیر میں کون سا گھر ہوگا جہاں جس کی دینی وروحانی ضرورت کا مرجع ومنبع اور عقیدت کا محور یہ کتاب نہ رہی ہو؟ دراصل بہشتی زیور بنیادی طور پرخواتین اور بچیوں کی تعلیم وتربیت کے لئے لکھی گئی تھی لیکن اس کی مقبولیت اور اس سے استفادہ اس درجہ کا تھا کہ رفتہ رفتہ''عوامی دینی نصاب''بن گیا برصغیر کا شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جو اردو پڑھ سکتا ہوُاسے دین کی شدبد ہو اور اس نے بہشتی زیور کا مطالعہ نہ کیا ہو۔''وقت بدل جاتا ہے مگر کتابیں زندہ رہتی ہیں۔''اس مقولہ کا مصداق بہشتی زیور سے بڑھ کر اور کونسی کتاب ہوگی؟ خدا جانے اس کے کتنے ایڈیشن چھپے؟ کہاں تک یہ کتاب پہونچی کتنی زبانوں میں چھپی اور کب تک اس کا فیض پہونچتا رہے گا۔بہشتی زیور اردو جیسی زندہ تابندہ زبان میں ہے۔اور زندہ زبانوں کی تعبیرات،محاورات،اور اسلوب بیان کی تبدیلی نیارنگ وروپ عطا کرتی ہے،یہی تبدیلی اور تغیر بولیوں اور زبانوں کا حسن ہے،کچھ کتابیں ایسی لازوال ہوتی ہیں کہ زمان ومکان کی تبدیلی ان پر اثر نہیں کرتی،بہشتی زیور بھی ایسا ہی لازوال شاہکار رہے،چونکہ بنیادی طور پر یہ عوام کے لئے لکھی گئی ہے،اور عوامی دینی نصاب کی پہلی اینٹ ہے،اس لئے بہت سے علماء کرام نے خصوصاً جن کو معاشرے میں دینی تعلیم عام کرنے اور عامۃ المسلمین کو دینی معلومات سے روشناس کرانیکا ذوق ہے اس پر مختلف انداز سے تسہیل واضافات کے کام کئے،دراصل ان کوششوں کے پیچھے یہ ذہن کارفرما ہے،کہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے خوداس کی تسہیل وترتیب کی اجازت دی تھی۔(دیکھئے:اصلاح خواتین:ص۴۲۸ بحوالہ وعظ اصلاح الیتامی ملحق حقوق وفرائض:ص۴۰۲)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت اور نظام الاوقات

یوں تو حضرتؒ نے جو وصیتیں فرمائی ہیں وہ سب کی سب حرز جان بنانے کے لائق ہیں۔لیکن یہاں ان میں سے صرف تین باتیں نقل کی جاتی ہے،فرمایا:حتی الامکان دنیا ومافیھا سے جی نہ لگاویں اورکسی وقت فکرِ آخرت سے غافل نہ ہوں،ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں کہ اگراسی وقت پیام اجل آجائے تو فکراس تمنا کا مقتضی نہ رہے اور علی الدوام دن کے گناہوں سے قبل رات کے اور رات کے گناہوں سے قبل دن کے استغفار کرتے رہیں۔

حضرت تھانویؒ نے اپنی زندگی میں اس طرح کا نظام الاوقات مقرر کر رکھا تھا کہ جن حضرات کو آپ سے ملاقات کرنے کا اتفاق ہوتا تو ان کو معلوم ہوتا کہ حضرت تھانویؒ اس وقت کوئی کام انجام دیر ہے ہوں گے اور فلاں کام فلاں مقررہ وقت پر انجام دینگے، ایک مرتبہ خود فرمایا: میں نے نظامُ الاوقات کے سلسلہ میں کبھی کسی کو پریشانی میں نہیں ڈالا، جو انتظام ایک دفعہ ہوگیا اس کے خلاف کبھی نہیں کیا، اسی واسطے لوگوں کو میری تجاویز پر اعتماد ہے، وقت کی قدر و قیمت کے متعلق فرمایا تضیع اوقات بہت بری شئی ہے، اگر کچھ بھی کام نہ ہو تو انسان گھر کے کام میں لگ جائے گھر کے کام میں لگنے سے دل بھی بہلتا ہے اور عبادت بھی ہے یہ مجمعوں میں بیٹھنا خطروں سے خالی نہیں، پابندی وقت کے متعلق فرمایا: ہر شخص اپنے وقت کا حساب کرے تو ثابت ہو جائے گا کہ نصف سے زیادہ وقت خراب ہوتا ہے۔ بعض باتیں قومی شعار ہو جاتی ہیں پھر سب اس کے خلاف کو عیب سمجھتے ہیں مسلمانوں کے لئے تضیع اوقات شعار ہوگئی ہے اب کوئی وقت کی پابندی کرے تو اس کو نکو بتایا جاتا ہے۔ (حسن العزیز: ۳۰۹/۴)

جہاں جاؤ گے بس تم ہی تم رہو گے

اس بلند پایہ شخصیت کی ولادت ۵/ربیع الاثانی ۱۲۸۰ھ کو صبح صادق کے وقت قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر میں ہوئی آپ ددھیال کی طرف سے فاروقی اور ننیھال کی طرف سے علوی تھے ۱۲۹۵ھ میں دار العلوم میں داخلہ لیا اور ۱۳۰۱ھ میں درسیات سے فراغت حاصل کی، اس وقت آپ کی عمر ۱۷/اور ۲۰/برس کے درمیان تھی۔ تعلیم سے فارغ ہو کر آپ صفر ۱۳۰۱ھ بسلسلہ ملازمت مدرسہ جامع العلوم کانپور تشریف لے گئے اور وہاں چودہ سال تک درس تدریس میں مشغول رہے، دیوبند میں مولانا یعقوب صاحبؒ آپ کے استاد خاص رہے، ان ہی کی زیرِ نگرانی آپ نے اس زمانے میں افتاء کی مشق بھی کی، اس زمانے میں آپ کو مناظرے سے دل چسپی بھی تھی اور آریوں کے مقابلے میں کئی معرکے سر کئے، آپ کی اعلیٰ علمی استعداد کو دیکھتے ہوئے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے یہ پیشینگوئی فرمائی تھی کہ ''جہاں جاؤ گے بس تم ہی تم رہو گے باقی سارا میدان صاف'' آپ کی دستار فضیلت حضرت گنگوہیؒ کے متبرک ہاتھوں ہوئی، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کی خصوصی توجہات آپ کے ساتھ رہیں، حضرت تھانویؒ کے مجازین کی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب پہونچتی ہے، جو آپ کے بعد بھی اس کام میں مصروف رہے، اور اس دائرہ فیض کا اثر نہ صرف ہندوستان و پاکستان کے طول و عرض تک پہونچا بلکہ حجاز و افریقہ اور ان تمام ملکوں میں جہاں ہندوستانی مسلمان پھیلے ہیں (مگر اب حضرتؒ کا کوئی بھی خلیفہ بقید حیات نہیں)

علیحدہ مملکت کی آرزو اور حضرت تھانویؒ پر الزام

حضرت تھانویؒ دینی خدمات کے ساتھ مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ وطن کے قیام کے بھی خواہشمند

تھے، مجاز صحبت مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ کے خیال میں علیحدہ مملکت کا تصور سب سے پہلے حضرت تھانویؒ کے یہاں ہی سنا گیا، مولانا تھانویؒ کی منشاء تھی کہ قوت مسلم ایک مرکز پر جمع ہو اور ان کا کوئی امیر ہو اگر ایسا ہو جائے تو پھر ان کو نہ کسی کا خوف دامن گیر رہیگا اور نہ ہی اغیار کی شرکت کی ضرورت پیش آئے گی، شیخ الھند والعالم مولانا محمود الحسنؒ اور حضرت تھانویؒ کا باہم استاد شاگردی کا رشتہ تھا گرچہ دونوں رہنما ایک ہی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے لیکن تحریک خلافت کے متعلق دونوں کا مسلک مختلف تھا شیخ الھند کانگریس کے مؤید اور حضرت تھانویؒ مسلم لیگ کے مؤید تھے لیکن اختلاف سیاسی کے باوجود ایک دوسرے کے احترام میں ذرہ برابر بھی کمی نہ ہونے دی، مولانا محمد علی جوہرؒ اور مولانا تھانویؒ دو مختلف مکتبہ ہائے فکر سے تعلق رکھتے تھے مولانا محمد علیؒ تحریک خلافت کے بانی اور روح رواں تھے وہیں دوسری طرف مولانا تھانویؒ نے اس تحریک سے شدید اختلاف کیا اور علیحدہ رہے، لیکن اس بنیادی اور ٹھوس اختلاف نے دونوں زعماء کے درمیان ایک دوسرے کے احترام میں ذرہ برابر بھی کمی نہ ہونے دی۔ مولانا تھانویؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ دو مختلف سیاسی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے مگر دونوں بزرگان دین کے سیاسی رجحانات میں زمیں وآسمان کا فرق تھا مولانا تھانویؒ تحریک خلافت سے علیحدہ رہے، جبکہ مولانا مدنیؒ نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا لیکن تمام نظریاتی اختلافات کے باجود دونوں زعماء کے ذاتی تعلقات میں کوئی فرق نہ آسکا مولانا مدنیؒ کے مکتوبات میں حضرت تھانویؒ کو دامت برکاتہم، رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ملیں گے اور دوسری طرف حضرت تھانویؒ کے مکتوبات میں ہے کہ مولانا حسین احمد بہت شریف طبیعت کے انسان ہیں باوجود سیاسی مسائل میں اختلاف رکھنے کے کوئی کلمہ خلاف شرع ان سے نہیں سنا گیا، ''مولانا تھانویؒ کو تحریک خلافت کے اغراض 'ملت اسلامیہ کا تحفظ' مقامات مقدسہ کے تحفظ وامداد سے کوئی اختلاف نہ تھا آپ نے خلافت کو اجتماعی مسئلہ بتایا اختلاف صرف طریقہ کار سے تھا اسی بناء پر آپ نے تحریک خلافت میں شرکت نہ فرمائی'۔ تحریک خلافت سے علیحدگی اختیار کرنے کی وجہ سے مولانا تھانوی پر بڑے الزامات عائد کئے گئے انگریزوں سے ملنے اور گورنمنٹ سے تنخواہ پانے کا الزام لگایا گیا اس الزام کا دفاع مولانا تھانویؒ نے یوں کیا کہ'' اگر میں چھ سو روپیہ گورنمنٹ سے پاتا ہوں تو طمع ہے، خوف نہیں ہے، تو اگر طمع کی یہ حالت ہے تو تم نوسو روپیہ دیکر اپنے موافق کرلو اگر قبول کرلوں تو صحیح ہے ورنہ غلط''۔ (الافاضات الیومیہ، جلد ششم ص ۱۰۳)

عیسائیوں سے ملنے کا الزام لگایا گیا تحریک خلافت میں حصہ نہ لینے پر مولانا پر'' موالاتی'' کا لیبل چسپاں کیا گیا مولانا تھانویؒ فرماتے تھے کہ ہم کو موالاتی بتلایا جاتا ہے حالاں کہ ہم آج تک انگریزوں سے نہیں ملے اور یہ شکل وصورت، طرزِ معاشرت، تعلیم بھی حاصل کی تو انگریزی ہے، یہ پھر بھی غیر موالاتی نہ رہے عجیب بات ہے۔

مولانا تھانویؒ کو علمی دنیا میں جو مقام حاصل تھا اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی وفات پر آپ کے سیاسی مخالفین نے بھی آپ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا، ضلع بجنور کے مشہور نیشنلسٹ اخبار مدینہ نے تعزیتی نوٹ میں لکھا کہ ''اگرچہ ہم مولانا کے سیاسی نظریات سے متفق نہیں ہوئے لیکن اس کے باوجود ان کے علم، تقویٰ اور دینداری کے سامنے سر جھکاتے ہیں مولانا تھانویؒ بذات خود ایک بہت بڑے عالم تھے لیکن ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ اپنے دشمنوں کے خلاف بھی کوئی قابل اعتراض لفظ استعمال نہیں کرتے تھے۔

حضرتؒ کا سانحہ ارتحال

تاریخ وفات سے پانچ سال قبل ہی معدے وجگر کی خرابی نے عاجز کر رکھا تھا کبھی قبض اور کبھی اسہال کئی کئی دن تک جاری رہتے، علاج میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا 'ع'

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

نحیف وناتواں اور صاحب فراش ہوگئے، اور غنودگی کی کیفیت طاری رہنے لگی لیکن جتنی دیر ہوش رہتا حاضرین کو برابر ملفوظات سے مستفیض فرماتے رہتے تھے۔ اور اس وقت پتہ بھی نہ چلتا کہ آپ کے دماغ کو بیماری نے کچھ متاثر بھی کیا ہے اور اس کیفیت کو دیکھ کر یہ عقدہ کھلا کہ یہ غنودگی کے دورے نہ تھے بلکہ ''ربودگی'' کی کیفیت تھی، دوشنبہ ۱۵ رجب ۱۳۶۲ھ کو صبح سے مسلسل دست آنے لگے اور دن اس طرح گزرا رات آئی تو اپنے چھوٹی اہلیہ کو بلا کر دریافت فرمایا کہ آیا دونوں کا خرچ ادا ہو چکا ہے جب جواب تسلی بخش ملا تو فرمایا ''آج تو ہم جارہے ہیں، اس کے سوا گھنٹے تک غشی طاری رہی، سانس تیز تیز چلتا رہا اور کتنے لوگوں نے دیکھا کہ جب سانس اوپر آتا تو آپ کی درمیانی اور شہادت کی انگلی کے بیچ میں ہتھیلی کی پشت سے ایک ایسی تیز روشنی نکلتی کہ جلتے ہوئے قمقمے ماند پڑ جاتے تھے، روشنی سانس کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ آتی جاتی رہی، اور جب سانس آخر ہوا تو یہ نور بھی چھپ گیا، کیا عجب کہ جن انگلیوں سے حقائق ومعارف ایک عرصہ تک معرض تحریر میں آتے رہے یہ نور اسی کا ہو۔

بالآخر ۱۶۔۱۷ رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۰۔ جولائی ۱۹۴۳ء سہ شنبہ کی شب بوقت نماز عشاء ۸۲ر سال ۳ر ماہ ۱۱ر دن کی عمر میں سواد ہند کا نیر اعظم تقریباً نصف صدی تک دین مبین کی ضوفشانی کے بعد غروب ہوگیا۔ اس سانحۂ عظیمہ کی اطلاع ہوا کی طرح پھیلی اور برق بن کر عشاق کے قلوب پر گری، دہلی اور اس کے اطراف سے اسپیشل ٹرینیں چھوٹی، اور ہزاروں عقیدت مند صبح ہوتے ہوتے تھانہ بھون پہونچ گئے ان ہزاروں شیدائیوں کے ساتھ مولانا تھانویؒ کا جنازہ نکلا، عیدگاہ میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور پھر خود آپ ہی کے وقف کردہ قبرستان میں جس کا تاریخی نام ''قبرستان عشق بازاں'' ہے اس عاشق صادق کے جسم کو سپرد خاک کیا گیا۔ نور اللہ مرقدہ۔''

افاداتِ اکابر

اشرف المجالس

ترتیب وپیش کش: مفتی محمد احمد علی صاحب قاسمی*

مخدومنا ومحبوبنا حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہ العالی ہر جمعہ بعد نمازِ عصر ہفتہ واری اصلاحی مجلس میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے "منتخب ملفوظات" (مرتبہ حضرت مولانا یحییٰ نعمانی زید مجدہٗ) کی کچھ توضیح وتشریح کے ساتھ تعلیم فرماتے ہیں، اُن ملفوظات کو قارئین اشرف الجرائد وعامۂ مسلمین کے لئے ترتیب دیا گیا ہے۔

از مرتب

(۴۹) بقدرِضرورت خلوت اکابر کا معمول رہا ہے۔

ارشاد فرمایا:۔خلوتِ عرفیہ سے شہرت ہوتی ہے، جیسے کہیں جنگل میں نکل کر وہیں رہنا سہنا، بستی میں بھی رہیں تو کسی سے نہ ملنا، بس حجرہ بند کر کے اندر رہنا، وغیرہ ایسا بعض صوفیوں کے ایسے طریقے ہوتے ہیں، ایسی خلوت کو ہمارے حضراتِ مشائخ نے پسند نہیں کیا؛ کیونکہ اس سے بھی شہرت ہوتی ہے، مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری وغیرہ حضرات نے بھی گوشہ نشینی اختیار نہیں کی، باقی بقدرِ ضرورت خلوت یہ سب حضرات کا معمول رہا ہے؛ چنانچہ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ بھی تھوڑی سی دیر حجرہ بن کر کے بیٹھتے تھے، اس میں مراقبہ اور محاسبہ کی سہولتیں ہیں، خلوت میں بیٹھ کر آدمی اپنا احتساب کرتا ہے، اور اپنی موت کا مراقبہ کرتا ہے، نفس کو سرکش ہونے سے بچا لیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ سے راز ونیاز اور مناجات بھی ہوجاتی ہے ۔

تمنا ہے کہ اب کوئی جگہ ایسی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے ہوتے یاد ان کی دلنشیں ہوتی

یہ تمنا ہمارے اکابر اہل اللہ کو ہوتی تھی مگر اس کے باوجود وہ عوامی ہوتے تھے؛ کیوں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلوت میں رہ کر توجہ اور تاثیر سے کام نہیں لیا؛ بلکہ مجمع میں رہ کر ان کی ہدایت واصلاح کا کام کیا، لوگوں میں رہ کر لوگوں کی خدمت کی، سنت تو یہی ہے، باقی بقدرِ ضرورت خلوت یہ سب حضراتِ اکابر کا

معمول رہا ہے۔

(۵۰) طئے کر لینا چاہیے کہ اپنا کام میں خود نمٹاؤں گا

ارشاد فرمایا:۔ یہ طئے کرلو کہ اپنا کام میں خود کرلوں گا، ایسا کر لینے سے بہت سے اپنے کام بآسانی ہوجاتے ہیں، آپ لوگ چونکہ یہاں اپنی تعلیم وتربیت کے لیے اور مجھے اپنا بڑا مان کے آتے ہیں؛ اس لیے کہتا ہوں، ویسے بولنے کی بات تو نہیں ہے، اب تک بھی میں خود اپنا WC خود ہی دھولیتا ہوں، غسل خانہ کی ہر ہفتہ دس دن کے بعد میں ہی لکویڈ ڈال کے صفائی کر لیتا ہوں، اتنی مصروفیتوں کے باوجود اپنے کپڑے خود دھولیتا ہوں، اب بھی اس عمر میں بھی کسی سے نہیں دھلواتا، صرف پریس کرنے کے لئے تھیلی میں رکھ دیا تو بچے لے جاتے ہیں، باہر سے کرا کے لے آتے ہیں، وہ بھی مجھے پسند نہیں آتا؛ اگر ٹائم ملے تو وہ کام بھی میں خود اپنی پسند کے مطابق اپنے حساب سے کر لینا چاہتا ہوں، اور کبھی کبھی کر بھی لیتا ہوں، اپنے کمرہ کی جھاڑ وصفائی خود کر لیتا ہوں، جن برتنوں میں کھاتا ہوں وہ برتن خود دھولیتا ہوں، دیکھنے میں تو نظر آتا ہوگا کہ کتنے سارے خادم ہیں؛ مگر اُن سے شخصی کام کراتا نہیں، وہ اپنے شوق سے خدمت کرنے کے لئے آتے ہیں، کئی طلباء درخواست کرتے رہتے ہیں کہ ہمیں خدمت کا موقعہ دیجئے، میں کہتا ہوں کہ وہ کون سا کام ہے جو تم سے لوں، کوئی کام ہی نہیں ہے، آنکھ کے مسئلے کی وجہ سے گاڑی نہیں چلاتا ہوں، اکثر سوچتا ہوں کہ اگر یہ آنکھ کا پرابلم نہ ہوتا تو میں خود ہی ڈرائیونگ بھی کر لیتا، کسی کی ضرورت ہی نہیں تھی، الحمدللہ! اپنے جوتے کو پالش کر لیتا ہوں، کبھی بچے آگے بڑھ کے کر دیتے ہیں، اُن کی خوشی پوری کر دیتا ہوں، لیکن کسی سے بولتا نہیں ہوں، ہاں! مدرسے کے کام تو سب سے لیتا ہوں۔ بہر حال میں خود ہی اپنے کام کر لیتا ہوں، گھر میں بھی کھانے کے لیے جاتا ہوں، اگر دیکھتا ہوں کہ عورتیں مصروف ہیں، تو باورچی خانہ میں جا کر خود ہی کھانا نکال کے کھالیتا ہوں، یعنی کبھی کبھار ایسا بھی ہوجاتا ہے، کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں حرج کیا ہے؟ یہ بھی تو سنت ہی ہے۔ یہ میں آپ لوگوں کو اس لئے بتا رہا ہوں کہ اپنے کام ہم خود کیوں نہیں کر لیتے، جب اللہ نے معذور نہیں بنایا، (اور اللہ کرے کہ کبھی معذور نہ ہوں) اپنے کام خود کر لینا چاہیئے، خود کر لینے میں عافیت وسہولت ہے، اور کام بھی اپنے منشا کے مطابق ہوتا ہے، اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پہ عمل بھی ہوجاتا ہے؛ لیکن ہم جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا حق ہے کہ ہمارے چھوٹے ہمارے کام کرتے رہیں، ایسا نہیں ہونا چاہیئے، گھر والوں کے کام میں ہاتھ بٹانا سنت ہے۔

افاداتِ اکابر

ارشاد السالکین

”خانقاہِ سعیدیہ“ میں ہر شمسی مہینے کے دوسرے اتوار کو صبح ۹ ربجے تا شب ۹ ربجے اصلاحی مجلس منعقد ہوتی ہے، اس میں جنوبی ہند کی تمام ہی ریاستوں سے تقریباً تین سو سالکین شرکت کرتے ہیں، صبح ۱۰ تا ۱۲ ربجے کی نشست میں شرکاء کے پوچھے گئے سوالات کے جواب مرشدی حضرت اقدس مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہٗ العالی خود دیتے ہیں، جو بہت ہی نافع ہوتے ہیں، علماء وعوام سب ہی اس کے قائل ہیں، اس لئے مولانا مفتی محمد احمد علی صاحب قاسمی زید فضلہٗ استاذ ادارۂ ہذا و مجازِ حضرت والا نے اِن کو جمع کر کے قارئین کے فائدے کے لئے شائع کیا ہے۔ از مرتب

قرآن کریم کا حفظ پختہ رکھنے کی صورت

سوال (۷۵): قرآن مجید کا حفظ پختہ رکھنے کی کیا صورت ہے؟ رہنمائی فرمائیں۔

جواب: قرآن مجید کا حفظ پختہ رکھنے کی صورت کثرتِ تلاوت ہے، اس لیے کثرتِ تلاوت کا اہتمام کریں، اور اگر آموختہ کچا ہو چکا ہے تو صرف تلاوت بھی کافی نہیں، کسی کو سنانا بھی ضروری ہے۔

گناہ ترک کرنے کے بعد گناہ کا داعیہ مسلسل رہتا ہے

سوال (۷۶): کسی گناہ کو چھوڑ دیا ہے، اللہ کی حفاظت میں بھی ہے، پھر بھی گناہ کرنے کا داعیہ آتا رہتا ہے؛ یہاں تک کہ گناہ کر بیٹھتا ہوں، ایسے موقع پر کیسے بچوں؟ علاج تجویز فرمائیے۔

جواب: ۔گناہ کے داعیہ سے تو کوئی آپ کو بچا نہیں سکتا، نفس کا کام ہی برائی کی دعوت دینا ہے، البتہ مجاہدہ کے بعد نفس کا مزاج ندامت کا ہو جاتا ہے، یعنی گناہ کرواتا تو ہے؛ لیکن کرنے کے بعد شرمندہ بھی ہوتا ہے، آئندہ نہ کرنے کا ارادہ بھی کرتا ہے؛ تو اب یہ ”نفسِ لوّامہ“ کہلاتا ہے، اس کے بعد اور ریاضت ومجاہدہ کر کے ثابت قدم رہتے رہتے نفس مطمئن ہو جاتا ہے، معصیت سے توحُّش پیدا ہو جاتا ہے؛ لیکن اس وقت بھی گناہ کا امکان تو باقی رہتا ہے، اس لیے ایسی حالت میں تقابل کرتے رہیے کہ گزشتہ کے مقابلے میں کس حد تک کامیاب ہو سکا ہوں؟ زوال ہو رہا ہے یا ترقی ہو رہی ہے؟ اگر تقویٰ میں ترقی ہو رہی ہے تو ٹھیک، اسی طرح چلتے رہو، حقِ

تقویٰ ادا کرسکنا تمہارے بس میں نہیں ہے، اور اگر زوال ہو رہا ہے تو فکر کرو، بہرحال اس طرح اپنے نفس پر لگاتار نظر رکھنے والے کو ایک دن کامیابی ضرور ملتی ہے، پھر بھی فرض کرو کہ موت تک بھی کامیابی نہ مل سکی، مگر کامیابی کی کوشش میں برابر لگا رہا تو اللہ تعالیٰ اس کو کامیاب بندوں میں شمار کرلیں گے؛ اس لئے تدبیر اور فکر و کوشش بند نہیں ہونی چاہیے۔

زیرِ تعلیم بچوں کی اصلاح

سوال: (۷۷) دن بھر مختلف جگہوں پر قرآن اور علومِ عربیہ پڑھاتا ہوں؛ لیکن جیسی کیفیت چاہتا ہوں ویسا منظر اور کیفیت نہیں بن پا رہی ہے، طلبہ میں بھی وہی پرانی کیفیت ہے، تبدیلی کے لیے رہنمائی فرمائیں۔

جواب: ۔موبائل نے ہر جگہ کو خراب کر دیا ہے، اسکول، کالج، اور مدرسہ کوئی جگہ بھی محفوظ نہیں؛ بالخصوص جو لوگ گھروں میں رہ کے پڑھتے ہیں؛ جو لوگ موبائل کے ذریعے آن لائن پڑھتے ہیں ایسے بچوں کو کچھ نہیں کر سکتے، بس نصیحت کرتے رہو، اور نگرانی کرتے رہو، ماحول بد سے بدتر ہو گیا ہے۔

معاشی تنگی کا حل

سوال (۷۸): مدرسہ اور دیگر جگہوں سے ملنے والی تنخواہ 20 / 25 دن چلتی ہے، آخری عشرہ تنگی ہی میں گزر رہا ہے، مسنون طریقہ کیا ہے؟ رہنمائی فرمائیے۔

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں تو دو دو مہینے تک تنگی ہی چلتی تھی، تو ہم آپ کو مسنون طریقہ کیا بتائیں؟ حکیم لقمان کی بات دھیان میں رکھو ''خرچ بہ اندازِ دخل کن''، یعنی خرچ اپنی آمدنی کو سامنے میں رکھ کے کیا کرو یا اس کا الٹا کرلو ''دخل با اندازِ خرچ کن''، یعنی آمدنی اخراجات کو سامنے رکھ کر کرو، دونوں میں پہلی والی صورت آسان ہے، اور دوسری مشکل ہے۔

نقصانات کا غم خلافِ سنت نہیں ہے

سوال (۷۹): عرض کرنا یہ ہے کہ بندے نے دو پلاٹ خریدے ہیں، اب ان کی مارکیٹ ویلو کم ہوگئی ہے؛ یعنی جو فائدہ ہونا چاہیے تھا نہیں ہوا، اس وجہ سے دل میں ہر وقت غم سوار رہتا ہے، تو کیا یہ دنیا سے محبت کی علامت ہے؟ اگر ہے تو علاج تجویز فرمائیں۔

جواب: یہ کوئی دنیا کی محبت نہیں ہے، نقصان کا اثر ہونا فطری چیز ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی غم کی باتوں سے فطری غم ہوتا تھا، خوشی کی باتوں سے خوشی ہوتی تھی، تو سنت یہی ہے، یہی سوچ کر تسلّی کرلو کہ ہم کو سنت پر چلنے کا مقام مل رہا ہے بس اللہ سے شکایت نہ ہو، اس یقین کے ساتھ دعا کرتے رہو کہ وہ آگے چل کر بھلا کر دے گا۔

فقہ وفتاویٰ

آپ کے شرعی مسائل

از: مفتی محمد ندیم الدین قاسمی*

اجمیر شریف کے چکر لگانا

سوال: اگر کوئی اجمیر شریف کا طواف کرے، تو ایسا شخص کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص حج کی نیت سے اور ثواب سمجھ کر اجمیر کا چکر لگائے تو ثواب تو نہیں ملے گا، البتہ بدعت کا گناہ ضرور ہوگا، کیوں کہ شریعت میں اس کی ممانعت آئی ہے، لہٰذا ان افعال سے اجتناب از حد ضروری ہے۔ (محقق ومدلل مسائل، ۱/ ۶۸)

بدھ کے دن کسی نئے کام کی شروعات کا کیا درجہ ہے؟

سوال: مدارس میں یہ بات مشہور ہے کہ بدھ کے دن کتاب وغیرہ شروع کرانا مبارک ہے، نیز یہ کہ جو شخص کوئی اہم کام بدھ کے دن نہ شروع کرے تو وہ کام ناقص ہوتا ہے، تو یہ دونوں کہاں تک درست ہے؟ کیا اس قسم کی روایات معتبر حوالوں سے موجود ہیں؟

جواب: بدھ کے دن جو کام شروع کیا جائے وہ کامل اور تام ہوتا ہے" یا:" جو کام بدھ سے نہ شروع ہو وہ ناقص رہتا ہے، ان الفاظ کے ساتھ جو روایات نقل کی جاتی ہیں وہ سب کے سب بالکل بے اصل اور موضوع ہیں۔ اس طرح کے کلمات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کر کے نقل کرنا جائز نہیں ہے، لیکن مسلم شریف میں ایک صحیح روایت میں یہ مضمون وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدھ کے دن نور کو پیدا فرمایا۔ بعض علماء نے اسی روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ کسی بھی اچھے کام کو بدھ کے دن شروع کرنا پسندیدہ ہے۔ بہر حال اگر کوئی شخص مسنون یا واجب سمجھے بغیر بدھ کے روز کتاب وغیرہ شروع کرنے کا اہتمام کرے تو اسے ممنوع قرار نہیں دیا جائے گا۔ (نخبۃ المسائل، ۱/ ۱۶۸)

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

نومولود کے کان میں عورت کا اذان دینا

سوال: نومولود کے کان میں عورت اذان دے سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کے اندر اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: عورت، نومولود بچہ یا بچی کے کان میں اذان دے سکتی ہے؛ اس لئے کہ یہاں عورت کے اذان دینے کی کراہت کی علت (یعنی اجنبیوں تک آواز پہنچنا، فتنے کا اندیشہ ہونا) پائی نہیں جارہی ہے۔ (نخبۃ المسائل، ۴/۲۶۶)

گھر میں بلی پالنا

سوال: گھر میں بلی پالنا کیسا ہے؟

جواب: بلی ایک نفع بخش جانور ہے، اس کی وجہ سے خاص طور پر چوہوں وغیرہ کے نقصانات سے حفاظت رہتی ہے، اس وجہ سے بلی پالنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ بشرطیکہ اُس کے کھانے پینے کا خیال رکھا جائے اور اُسے اذیت نہ دی جائے۔ (نخبۃ المسائل: ۴/ ۲۸۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ملک الموت کو تھپڑ مارنا؟

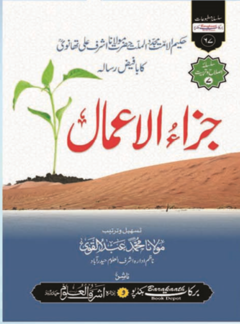
سوال: کیا یہ بات سچ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو تھپڑ ماردیا تھا جس سے اُن کی آنکھ باہر نکل آئی، اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو یہ فرشتہ آپ کے پاس کس صورت میں آیا تھا؟ اور اُس پر غصہ کرنے کی وجہ کیا ہوئی؟

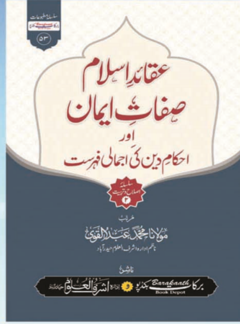
جواب: سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ملک الموت کو تھپڑ مارنے کا واقعہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور بحکمت خداوندی اُس وقت یہ فرشتہ، انسانی شکل میں حاضر ہوا تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ناراض ہونے کی وجہ غالباً یہ ہوئی کہ وہ بلا اجازت گھر میں داخل ہوکر وفات کی گفتگو کرنے لگا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے پہچان نہ سکے، اسی بنا پر اُس کے ساتھ سختی سے پیش آئے اور کیوں کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام طاقتور شخص تھے؛ اس لئے انسانی شکل میں آنے والا فرشتہ اُن کے تھپڑ کا متحمل نہ ہوسکا، حتی کہ اس کی آنکھ باہر نکل آئی، لیکن جب وہ فرشتہ دوبارہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر حاضر ہوا تو آپ نے اُسے پہچان لیا اور وفات کی منظوری دے دی۔ (نخبۃ المسائل، ۱/ ۱۷۰)

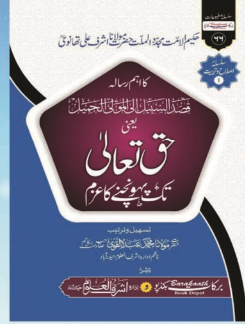
ASHRAFUL JARAID MONTHLY **Rs20/-**

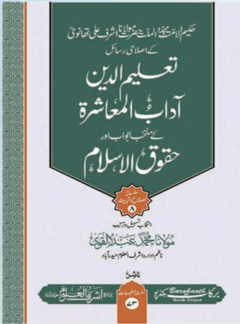
RNI No: APURD/2007/24089 Postal. No: HSE/884/23-25

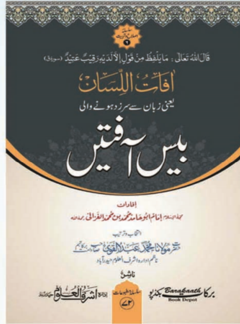
Date of Publication 3rd Dec-25, Date of Posting 5th Dec-25

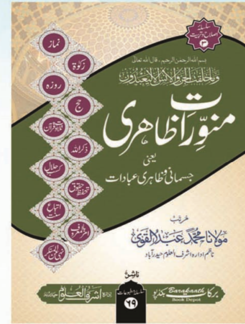


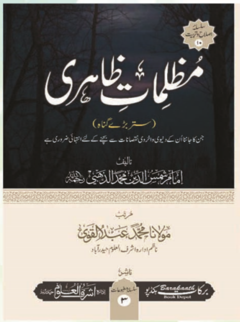


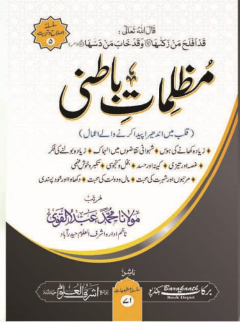


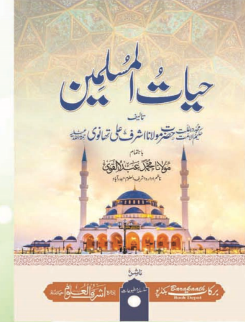












Printer, Publisher & Owner: Mohd Abdul Qavi, # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059

Published from: # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059

Editor : Mohammed Abdul Qavi